رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر قاتلانہ حملوں کا تذکرہ

سکندر نقشبندی

رحمۃ العالمین صَلَّی اللہ علیہ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ پر قاتلانہ حملوں کا تذکرہ

سید سبط سکندر نقوی حنفی
نقشبندی مجددی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: رحمۃ العالمین پر قاتلانہ حملوں کا تذکرہ

تالیف: سکندر نقشبندی
ٹیلیفون: (001) 647 890 1317
sikander.naqshbandi@gmail.com
Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

سرورق: سید حماد الرحمان - ٹورنٹو کینیڈا
پروف ریڈنگ: محترم امیر قادر ۔ مسی ساگا ۔ کینیڈا
سنِ طباعت: 2026ء
قیمت:

قارئین سے گذارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندھی فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست کی جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0300-2380285
نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0300-3512712
عبد الرشید خان (ورجینیا امریکہ) (001) 703-785-4737
منور نقوی (سڈنی آسٹریلیا) 0614-2490-4151
قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈا) (001) 647-898-4640
سید عباد الرحمان (کیلگری AB کینیڈا) (001) 403-926-5171

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رحمۃ العالمین پر قاتلانہ حملوں کا تذکرہ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1۔	عرض مؤلف	13
2۔	رسول اللہ ﷺ پر قاتلانی حملے	21
3۔	حملہ نمبر ۔ ۱	21
4۔	حملہ نمبر ۔۲	22
5۔	حملہ نمبر ۔۳	23
6۔	حملہ نمبر ۔۴	24
7۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۵	25
8۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۶	32
9۔	حملہ نمبر ۔ ۷	37
10۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۸	41
11۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۹	42
12۔	حملہ نمبر ۔ ۱۰	44
13۔	حملہ نمبر ۔ ۱۱	46
14۔	حملہ نمبر ۔ ۱۲	53
15۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۳	55

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
16۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۴	57
17۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۵	59
18۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۶	61
19۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۷	63
20۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۸	64
21۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۹	65
22۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۲۰	66
23۔	قتل کی سازش نمبر ۔ ۲۱	69
24۔	رنج وغم اور تکالیف کے واقعات	73
25۔	والدہ کے ساتھ مدینہ کا سفر اور والدہ کی وفات	75
26۔	دادا حضرت عبدالمطلب کا انتقال	77
27۔	صاحبزادۂ رسول حضرت عبداللہ ؓ کی وفات اور سورۃ الکوثر کا نزول	78
28۔	قریش کی مخالفت اور عداوت	82
29۔	ابوطالبؓ کو رسول اللہ ﷺ کی حمایت سے روکنے کی آخری کوشش	84
30۔	حضرت ابوطالب کی وفات (غم کا سال)	86
31۔	ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات	89
32۔	طائف کا سفر	90

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
33۔	دعائے مستضعفین	92
34۔	ہجرتِ مدینہ منورہ	97
35۔	یہود کے مسلمانوں سے بغض کا نمونہ	115
36۔	حضرت رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال کا صدمہ	117
37۔	سید الشہداء سیدنا امیر حمزہؓ کی شہادت	118
38۔	حضرت زید بن حارثہؓ کی شہادت	122
39۔	حضرت جعفر بن ابی طالبؓ وعبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت	125
40۔	بئر معونہ کا سانحہ	132
41۔	رجیع کا سانحہ	136
42۔	حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنتِ اسدؓ کا انتقال	137
43 ۔	مدینہ سے ذلیل ترین آدمی کو نکالنے کی بات	139
44۔	واقعۂ اِفک	144
45۔	مدینہ میں قحط	152
46۔	صلح حدیبیہ	153
47۔	مکہ کے کمزور مسلمانوں کا مسئلہ	179
48۔	صاحبزادی رسول حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال	182
49۔	صاحبزادی رسول اللہ ﷺ حضرت امِ کلثومؓ کی وفات	184

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
50۔	ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ ؓ کا انتقال	185
51۔	حضرت عائشہ صدیقہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ کا انتقال	189
52۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے	194
53۔	رسول اللہ ﷺ کا ازواجِ مطہرات سے ایلاء وتخییر کرنا	195
54۔	صاحبزادہِ رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیمؑ کا انتقال	203
55۔	دُرو دِ تنجینا	207
56۔	دعا برائے حفاظت	208

☆☆☆☆☆

بے شک جن لوگوں کی

زبان

دوسروں کے لئے دعائوں

کیلئے

متحرک رہتی ھیں ،

اللہ کبھی بھی ان کی

جھولی

خالی نہیں رکھتا

عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُ ہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسَنَاوَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مِنْ یَّھْدِ ہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مِنْ یُّضْلِلْہٗ فَلا ھَادِ یَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَ ہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیّد نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِیِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدً ا عَبْدُ ہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ☆ اَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ .

اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں اُن سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزرے ہیں بھلا اگر یہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ (یعنی مرتد ہو جاؤ) گے؟

(سورۃ آل عمران ۔ ۱۴۴)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا

صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا
مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ☆

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! بلاشبہ اللہ کی راہ میں مجھے جس قدر اذیت دی گئی اتنی کسی کو نہیں دی گئی، اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ڈرایا گیا کہ کسی کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ (فتح الباری)

آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے کئے گئے اور اذیتیں پہنچانے کے تمام حربے استعمال کئے گئے تا کہ آپ ﷺ جو پیغام لوگوں کو پہنچانا چاہتے ہیں اسے روک سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَنبلُوَنَّکُم بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الأَموَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَO

سورۃ البقرہ ۔ ۱۵۵

اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرے والوں کو (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔۱۵۵۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا!

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىَ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللّهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِي اللّهُ الشَّاكِرِينَ (144)

سورۃ آل عمران ۔ ۱۴۴

اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں اُن سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزرے ہیں بھلا اگر یہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ (یعنی مرتد ہو جاؤ) گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔۱۴۴۔

إِلاَّ الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىَ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَآؤُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُواْ قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاء اللّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْاْ إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلاً(90)

مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملے ہوں جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد ہو یا اس حال میں کہ اُن کے دل تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کیساتھ لڑنے سے رک گئے ہوں، تمہارے پاس آ جائیں (تو احتراز ضرور نہیں) اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کو تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے پھر اگر وہ تم سے (جنگ کرنے سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے اُن پر (زبردستی کرنے کی) کوئی سبیل مقرر نہیں کی۔۹۰۔

(سورۃ النساء ۔ ۹۰)

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (30)

سورۃ الانفال ۔ ۳۰

اور (اے محمد ﷺ! اس وقت کو یاد کرو) جب کافر لوگ تمہارے بارے میں چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا جان سے مار ڈالیں یا (وطن سے) نکال دیں تو (ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) اللہ چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔۳۰

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بے حد انعامات اور نوازشات سے نوازا اور ان کو وہ بلندیاں عطا فرمائیں کہ جو پوری کائنات میں کسی اور کو ان سے زیادہ نہیں عطا کی گئیں۔ آپ ﷺ کو ان مقامات تک کی سیر کروائی گئی جہاں کوئی انسان تو کیا کسی دوسری مخلوق کا فرد بھی نہیں پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد آپ ﷺ کا مرتبہ سب سے بڑا بیان فرمایا ہے۔ اس کے باوجود دوسری طرف آپ ﷺ پر جتنے مصائب اور مشکلات آئی ہیں وہ کسی دوسرے نبی پر نہیں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان مشکلات سے نپٹنے اور ان پر صبر کرنے اور استقامت اختیار کرنے کی مکمل صلاحیت اور ہمت عطا فرمائی تھی ۔ آپ ﷺ نے اپنے عطا کیے گئے مشن کی تکمیل اور نفاذ کرنے میں کسی رکاوٹ کی پرواہ نہیں کی اور حق کو نافذ کرنے میں کسی کمزاری کا مظاہرہ نہیں کیا۔

ہمارے آقائے دو جہاں ﷺ کی ذمہ داری پوری دنیا میں دین کو پہنچانا اور اس کو قیامت تک قائم رکھنا تھا۔ یہ ایک عالمی مشن تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو عالمی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ پوری دنیا کا کفر اور شرک کرنے والا طبقہ آپ ﷺ کا شدید مخالف ہو گیا۔ انہوں نے طرح طرح سے آپ ﷺ کے مشن کو ناکام بنانے اور اس کو روکنے کی کوششیں کیں۔ جب وہ اپنے ان ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے آپ کو ہی ختم کرنے کے منصوبے بنانے شروع کر دئے جن میں عرب کے کفار اور یہودی پیش پیش تھے۔ انہوں نے کوئی ایسا موقعہ نہیں چھوڑا جس میں وہ آپ ﷺ کو نقصان پہنچا سکتے ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا مشن پورا ہونے تک ان کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی تھی۔ آپ

ﷺ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر بغیر کسی خوف وخطر کے اپنا کام کرتے ہے، یہاں تک کہ اس مشن کی تکمیل ہوگئی جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے انسانیت اور انسان کے لئے ضروری تعلیم کی تکمیل فرمائی۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ اس بات کا ذکر کیا جائے کہ ہم تک جو دین پہنچا ہے اس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ اور ان کے اصحاب نے کس قدر تکالیف اٹھائیں اور قربانیاں دی ہیں۔ ہمیں اس دین کی قدر کرنی چاہئے اور ان کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرنا چاہئے۔ اس کے بارے میں احکامات کی اصل حقیقتِ قرآن، احادیث وسنت رسول ﷺ اور اقوالِ صحابہ کی روشنی میں پیش کئے جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو سرخرو کرے، صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق عقائد رکھنے اور صحیح بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دجال کے خروج اور ظہور کا انتظار کئے بغیر اپنی اصلاح کرنے کی فکر نصیب فرمائے اور ہمارے دلوں کے فساد کی اصلاح فرما دے اور ہمیں ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

قارئین سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب سے صحیح معنی میں فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کا سرسری مطالعہ نہ کریں۔ اس میں بعض جگہ قارئین کو لگے گا کہ مضمون کی تکرار ہے یعنی یہ غلطی سے نہیں ہے بلکہ قصداً رکھا گیا ہے تا کہ بات قارئین کی اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ، اس کے محبوبِ کبریا ﷺ کی محبت اور میرے شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان دامت برکاتہ کی شفقتوں کا نتیجہ ہیں اور جو خامیاں ہیں ان میں میری کوتاہیوں کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور حقیقی معنوں میں دین کی سمجھ دے اور صحابہ کرام ؓ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دے۔ آمین

﴿ وَمَا تَوْفِيْقِىْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْب ﴾

(سورۃ ھود ـ ۸۸)

اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

طالب دعا
سکندر نقشبندی (عفی عنہٗ)
15/ذوالحجہ 1447ھ بروز پیر
بمطابق 01/ جون 2026ء
کیلگیری ـ کینیڈا
Tel: (001) 647 890 1317
Email: sikander.naqshbandi@gmail.com
Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

رسول اللہ ﷺ پر قاتلانی حملے

حملہ نمبر ۔ ا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ (4 نبوی ، 613ء میں) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے جس وقت آپ ﷺ سجدے کی حالت میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط آیا اور اپنی چادر کا رسّا بنا کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے گلے میں ڈال کر اس کو بل دینے شروع کر دئے اور آپ ﷺ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خبر ہوئی تو آپ دوڑے ہوئے آئے اور اس کو کندھوں سے پکڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے دور کیا اور فرمایا۔

اَ تَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ

وَقَدْ جَائَکُمْ بِالْبَیِّنَاتِ .

کیا تم ایک ایسے شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

اور تمہارے پاس روشن دلائل بھی لے کر آیا ہے۔ (بخاری)

کفار نے حضور اکرم ﷺ کو تو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مارنے کے لئے پل پڑے اور ان کو بری طرح سے زدو کوب کرنا شروع کر دیا۔

حملہ نمبر۔۲

ایک مرتبہ کعبہ کے صحن میں کفار نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو گھیر لیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بدتمیزی کرنے لگے۔ حضرت حارث بن ابی ہالہ ؓ کو خبر ہوئی تو دوڑتے ہوئے آئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ان غنڈوں سے چھڑایا، کفار نے حضرت حارثؓ کو وہاں ہی شہید کر دیا۔ حضرت حارثؓ، حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ کے پہلے شوہر کے بیٹے اور ہند بن ابی ہالہؓ کے بھائی تھے۔ یہ کعبہ میں رکن یمانی کے پاس شہید ہوئے، آپؓ اسلام کے آنے کے بعد اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے پہلے شخص تھے۔

حملہ نمبر۔۳

ایک مرتبہ آپ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے لوگ بھی وہاں موجود تھے تو ابوجہل نے کہا کہ فلاں مقام پر اونٹ ذبح ہوا ہے اس کی اوجھڑی پڑی ہے کوئی اس کو اٹھا کر لائے اور محمد (ﷺ) پر ڈال دے۔ یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور وہ اوجھڑی اٹھا لایا۔ جب آپ (ﷺ) سجدے میں گئے تو آپ (ﷺ) کے اوپر وہ اوجھڑی ڈال دی۔ وہ اوجھڑی اتنی بھاری تھی کہ اس کے بوجھ کی وجہ سے آپ ﷺ سجدہ سے اٹھ نہیں پا رہے تھے۔ آنحضرت (ﷺ) نماز میں مشغول رہے اور کفار ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وہاں موجود تھے لیکن کفار کا ہجوم دیکھ کر کچھ جرأت نہ کر سکے۔ اتفاقاً حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جو اس وقت بچی تھیں آ گئیں تو انہوں نے اس اوجھڑی کو دھکیل کر آپ (ﷺ) کی پیٹھ پر سے گرایا اور کفار کو برا بھلا کہا۔

مشرکین مکہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے گھر پر پتھر پھینکتے تھے آپ (ﷺ) کے گھر کے باہر گندگی پھینک جاتے تھے۔ ابولہب کی بیوی آپ ﷺ کے راستوں پر کانٹے بچھاتی تھی۔ لوگ کبھی آپ (ﷺ) کو مجنون کہتے کبھی آپ ﷺ کو ساحر کہتے۔ لیکن آنحضرت ﷺ بھی پورے عزم و استقلال، ہمت اور جرات کے ساتھ اپنا کام کئے جاتے تھے۔ جب مشرکین مکہ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ ان حربوں سے اس تحریک کو نہیں روک سکتے تو انہوں نے مجبوراً دوسرے حربے اختیار کرنے شروع کر دئے۔

حملہ نمبر ۔۴

6 ہ نبوی ، 615ء میں ایک دفعہ ابوجہل نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کوسجدے کی حالت میں سر پر بھاری پتھر مار کر شہید کر دے۔ اس ارادے سے ایک دن صبح ایک بھاری پتھر لے کر حرم کے پاس بیٹھ گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حسبِ معمول تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

کفار مکہ بھی اپنی مجلس میں آ گئے تا کہ ابوجہل کی کاروائی کا منظر دیکھیں۔ جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سجدے میں گئے تو ابوجہل نے پتھر اُٹھایا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی جانب بڑھا لیکن جب قریب پہنچا تو خوفزدہ حالت میں واپس بھاگا۔ اس کا رنگ فق تھا اور اس قدر مرعوب تھا کہ دونوں ہاتھ پتھر سے چپک کر رہ گئے تھے وہ بمشکل ہاتھ سے پتھر پھینک سکا۔ دوسری طرف قریش کے کچھ لوگ اُٹھ کے اس کی طرف آئے اور کہنے لگے۔

ابوالحکم تمہیں کیا ہو گیا۔

ابوجہل نے کہا! میں نے رات جو بات کہی تھی وہ کرنے جا رہا تھا کہ جب قریب پہنچا تو ایک اونٹ آڑے آ گیا۔ بخدا میں نے پہلے کبھی کسی اونٹ کی ایسی کھوپڑی، گردن اور دانت نہیں دیکھے تھے وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔

قتل کی سازش نمبر۔ ۵

محرم الحرام 7 نبوی، 616ء میں رسول اللہ ﷺ کو بھوک سے مار دینے کے لئے آپ ﷺ کے قبیلہ بنو ہاشم کا مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ آپ ﷺ شعب بنی ہاشم میں قیام کرنے پر مجبور ہو گئے۔

کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ ان کی طرف سے تمام کوشش ناکام ہوئی۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسلام لا چکے ہیں۔ کفار کا حبشہ جانے والا وفد نجاشی بادشاہ سے مذاکرات کرنے کے بعد ناکام واپس آ چکا تھا۔ مسلمان حبشہ میں آرام سے رہ رہے تھے ادھر مسلمان آزادانہ خانہ کعبہ میں عبادت کر رہے تھے۔ اس پر ایک نئی پیش رفت یہ ہوئی کہ تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب نے رسول اللہ (ﷺ) کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی۔ مشرکین مکہ وادی محصب میں حیف بن کنانہ میں مشورے کے لئے جمع ہوئے۔ وہاں بغیض بن عامر بن ہاشم نے ایک معاہدہ لکھا۔ (معاہدہ لکھنے والے کو رسول اللہ (ﷺ) نے بد دعا دی تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ بعض کتابوں میں معاہدہ لکھنے والے کا نام منصور بن عکرو بن عامر بن ہاشم آیا ہے۔ (زاد المعاد)

کفار مکہ نے آپس میں معاہدہ کیا کہ جب تک بنو ہاشم محمد (ﷺ) کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کے کیئے ان کے حوالے نہ کریں گے اس وقت تک بنو ہاشم اور ان کے تمام حامیوں سے تعلقات قطع کر لیں اور کسی قسم کا میل جول نہ رکھیں۔ کوئی شخص ان کی لڑکیوں سے نکاح نہ کرے اور نہ اپنی لڑکیاں ان کو ان کے نکاح

میں دیں گے اور نہ ان سے کوئی چیز خریدے اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچے، نہ ان کو کسی قسم کا کھانے پینے کا سامان دیا جائے۔ اس ظالمانہ اور سفا کانہ کا معاہدے پر دستخط کر کے بیت اللہ شریف کے اندر لٹکا دیا گیا تا کہ اس میں مزید تاکید پیدا کی جائے اور کوئی اس کو توڑنے کی جسارت نہ کر سکے۔

جناب ابوطالب مجبوراً آنحضرت (ﷺ) کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے گئے۔ جو بنو ہاشم کا موروثی پہاڑی درہ تھا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے مومن و کافر سب نے ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا سوائے ابولہب کے جس نے کافروں اور بائیکاٹ کرنے والوں کا ساتھ دیا۔ اسی شعب (گھاٹی) میں حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیدا ہوئے۔ اس گھاٹی میں مرد عورتیں بچے اور بوڑھے سب شامل تھے اور سامان خورد ونوش کی آمد بند ہوگئی۔ مکہ میں جو غلہ بھی فروخت کے لئے آتا وہ مشرکین فوراً خرید لیتے اس لئے محصورین کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ انہیں درخت کے پتے اور چمڑے کھانے پڑے فاقہ کشی کا حال یہ تھا کہ بھوک سے بلکتے ہوئے بچے اور عورتوں کی آوازیں گھاٹی سے باہر سنائی دیتی تھیں۔ بعض لوگ اپنے عزیزوں کو تکلیف میں دیکھ کر کچھ پوشیدہ طور پر کھانے کا سامان بھیج دیتے تھے۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ خفیہ طور پر متعدد اونٹوں پر کھانا ان کے پاس بھیجا کرتا تھا جس پر ان کا گزارہ ہوتا تھا۔

ایک دفعہ حکیم بن حزام بن خویلد (یہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے) اپنی پھوپی حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے اپنے غلام کے ساتھ کچھ کھانے کا سامان (گیہوں وغیرہ) لے کر جا رہے تھے کہ راستہ میں ابو جہل نے دیکھ لیا اور کہا کہ میں اس کھانے کو ان تک نہیں جانے دوں گا اور تمہیں سب کے سامنے رسوا کروں گا۔ اتفاقاً اسی وقت قریش کا ایک اور سردار ابو جنتری آ گیا، پوچھا کہ اس کو کیوں روکا ہے۔ ابو جہل نے کہا کہ یہ معاہدے کے خلاف شعب میں کھانا لے کر جانا چاہتا ہے۔ اسے میں قریش میں رسوا کروں گا۔ ابو جنتری نے کہا کہ وہ اپنا کھانا اپنی پھوپی کے لئے لے جا رہا ہے تم کیوں روکتے ہو۔ ابو جہل کو غصہ آ گیا اور وہ اسے برا بھلا کہنے لگا اس پر ابو جنتری نے ابو جہل کو مارا اور کھانے کا سامان کو لے جانے دیا۔

جناب ابو طالب کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے برابر خطرہ لگا رہتا تھا جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر سو جاتے تو وہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہتے کہ تم اپنے بستر پر سو جاؤ۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی شخص آپ (ﷺ) کے قتل کرنے کی نیت رکھتا ہو تو دیکھ لے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کہاں سو رہے ہیں پھر جب سب سو جاتے تو جناب ابو طالب رسول اللہ ﷺ کی جگہ بدل دیتے یعنی اپنے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں میں سے کسی کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بستر پر آپ ﷺ کی جگہ سلا دیتے تھے۔ اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کہتے

کہ تم اس کے بستر پر سو جاؤ۔ مکہ میں کچھ شریف النفس لوگ بھی تھے جو مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم اور زیادتیاں کو پسند نہیں کرتے تھے۔

دوسری طرف رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ نے مطلع کر دیا کہ صحیفہ اور معاہدہ کا وہ حصہ جس میں ظلم اور زیادتیوں کی شرطیں لکھی ہوئی تھیں وہ دیمک نے کھا لیا ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے صرف وہ حصہ باقی بچا ہے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس بات کا تذکرہ جناب ابو طالب سے کیا۔

انہوں نے عرض کیا کہا واقعی حقیقت حال اسی طرح سے جس طرح آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بتلا رہے ہیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

بخدا میں نے آپ سے حقیقت بیان کی ہے۔ ابوطالب نے اپنے دونوں بھائیوں کو اطلاع دی اور پھر ان کے مشورے سے جناب ابو طالب نے اچھا لباس پہنا اور قریش کے پاس حضرت عباسؓ اور حضرت حمزہؓ کے ہمراہ پہنچے اور قریش سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا تم ہماری بات کو قبول کرو۔ انہوں نے کہا مرحبا اہلاً وسہلاً ہمیں منظور ہے۔ آپ نے کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور انہوں نے میرے ساتھ کبھی غلط بات نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور وہ ان تمام مقامات کو چٹ کر گئی ہے جن کے اندر ظلم و ستم اور قطع رحمی کا ذکر تھا اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھا صرف وہ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر ان کی یہ بات درست ہے تو پھر اپنے برے خیال سے باز آجاؤ اور اگر ان کی یہ بات (نعوذ باللہ) غلط ہے تو ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں

گے خواہ ان کو قتل کرو خواہ زندہ رکھو، انہوں نے کہا واقعی انصاف کی بات ہے۔

مکہ کے سرداروں اور کفار کے لوگوں نے آدمی بھیج کر صحیفہ (معاہدہ) کی حالت معلوم کی اور اسے کھول کر دیکھا تو سرورِ عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی غیبی خبر بالکل درست نکلی۔ سب ہی قریش دم بخود رہ گئے اور شرم وندامت سے ان کے سر جھک گئے تو جناب ابو طالب نے کہا کہ تم پر یہ حقیقت واضع ہوگئی کہ تم ظلم وستم، قطع تعلقی اور قطع رحمی کے مرتکب ہو۔ کسی نے اس کا جواب نہ دیا آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ واپس آگئے۔ (ابن سعد)

دوسرا سبب اس معاہدے کے ٹوٹنے کا یہ تھا کہ ہشام بن عمرو بن حارث العاضری زہیر بن امیہ بن المغیر ہ کے پاس گیا۔ (یہ دونوں فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے)اس سے کہا۔ اے زہیر کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے، پسندیدہ کپڑے پہنے، عورتوں سے نکاح کرے اور تمہارے ماموں اس مقام پر ہوں جو تیرے علم میں ہے، نہ خرید وفروخت کر سکیں اور نہ ان کو کوئی رشتہ دے اور نہ ہی کوئی ان سے رشتہ لے۔ آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) تیری جگہ ہوتا تو اس کو اس بات کی دعوت دیتا جس کی طرف اس نے تجھے بلایا ہے تو ہرگز تیری بات نہ مانتا۔

اس نے کہا تم پر افسوس ہے اے ہشام! میں کیا کروں اکیلا آدمی ہوں۔ بخدا اگر دوسرا آدمی میرے ساتھ ہوتا تو میں معاہدہ توڑنے کے لئے کھڑا ہوتا۔

انہوں نے کہا آدمی تو موجود ہے۔ زہیر نے پوچھا وہ کون! ہشام نے کہا! میں۔ اس نے کہا کوئی تیسرا بھی تلاش کرو تو ہشام اور میں مطعم بن عدی کی طرف گئے اور اس سے کہا! اے مطعم کیا تو اس بات پر رضا مند ہے کہ بنی عبد مناف کے دو بطن بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہلاک ہو جائیں اور تو قریش کا ساتھ دیتا رہے۔ مطعم نے کہا افسوس ہے میں کیا کر سکتا ہوں اکیلا آدمی ہوں۔ ہشام بولا تجھے دو اور آدمی بھی ملتے ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کون۔ وہ بولے میں اور زہیر بن امیہ۔ مطعم نے کہا! چوتھا بھی ڈھونڈ و تو وہ ابو جنتری بن ہشام کے پاس گے اور جو بات مطعم بن عدی سے کی تھی اس سے بھی کی تو ابو جنتری نے کہا۔ کوئی میرا اس معاملہ میں مددگار بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بولے! ہاں۔ زہیر، مطعم اور میں تیرے ساتھ ہیں اس نے کہا پھر پانچوں شخص بھی تلاش کرو تو وہ زمعہ بن اسود کے پاس گئے۔ اس سے بات چیت کی تو اس نے پوچھا آیا اس اقدام پر کوئی اور بھی آمادہ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور دوسرے افراد کے نام گنوائے چنانچہ سب نے باہم عہد و پیاں کئے اور اکٹھے ہو کر معاہدہ توڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ زہیر صبح سویرے گئے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر کہا اے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے ہیں، مختلف شربت پیتے ہیں۔ پسندیدہ لباس پہنتے پیں اور بنو ہاشم تمہارے بائیکاٹ کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

بخدا میں یہ معاہدہ پھاڑ دوں گا جو سراسر ظلم اور قطع رحمی پر مشتمل ہے، ابو جہل بولا تم غلط کہہ رہے ہو۔ وہ صحیفہ نہیں پھاڑا جا سکتا۔ زمعہ نے کہا بخدا تو بہت جھوٹا

ہے، ہم اس صحیفہ کی تحریر پر راضی نہ تھے۔ ابو جنتری نے اس کی تائید کی۔ مطعم بولے تم دونوں ٹھیک کہتے ہو جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ ہم اس صحیفے کی تحریر سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ ہشام بن عمرو نے بھی تائید کی۔

ابو جہل بولا! لگتا ہے آپ لوگ پہلے سے فیصلہ کر کے آئے ہیں۔ مطعم نے صحیفہ پھاڑنے کے لئے اٹھایا تو دیکھا کہ سارا معاہدہ دیمک چٹ کر گئی ہے سوائے اس جملہ کے " **باسمک اللّٰھم** " (الوفا)

قتل کی سازش نمبر۔ ٦

دارالندوہ میں قریش مکہ کے قتل کرنے کے لئے مشورے

عمر مبارک 53 سال، 12 ستمبر 622ء میں دارالندوہ میں قریش مکہ نے مشورے کئے اور آپ (ﷺ) کے قتل کی قرارداد منظور کی۔

قریش مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمان ایک ایک کر کے سب مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے ہیں اور مدینہ میں ان کی ایک اچھی تعداد جمع ہوگئی ہے۔ جن کی طاقت کی وجہ سے وہ فکر مند ہوگئے ان کو اپنا مستقبل خطرے میں نظر آنے لگا۔ انہوں نے سوچا کہ اب ہماری بقا کا دارو مدار اسی پر ہے کہ مسلمانوں اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے۔ چونکہ مکہ کے بیشتر مسلمان مدینہ جا چکے تھے۔ چند لوگ رہ گئے تھے اور کچھ کمزور لوگ جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے وہ رہ گئے تھے۔

اس طرح سے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تقریباً تنہا رہ گئے تھے۔ اس لئے یہ فیصلہ کرنا آسان تھا کہ ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ان کو ڈر تھا کہ اگر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے تو ان کے لئے شدید خطرہ بن سکتے ہیں۔ اس قسم کی سوچ مکہ کے تقریباً تمام کفار کے ذہنوں میں تھیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے منصوبے بننے لگے۔ بلآخر صفر کی آخری تاریخوں میں نبوت کے چودھویں سال بنو ہاشم کے علاوہ تمام قبائل کے بڑے بڑے سردار دارالندوہ میں اس مسئلہ کے حل کے لئے غور وخوض کرنے کے لئے جمع ہوئے۔

اس اجلاس میں قریش کے مشہور اور قابلِ ذکر سردار یہ تھے:

(1) بنوعبدشمس سے شیبہ، عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب

(2) بنونوفل بن عبد مناف سے طعیمہ بن عدی اور جبیر بن مطعم، حارث بن عامر بن نوفل

(3) بنوعبدالدار بن قصی سے نضر بن حارث بن کلدہ

(4) بنواسد بن عبدالعزی سے ابوا جنتری بن ہشام، حکیم بن حرام، زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب

(5) بنومخزوم سے ابوجہل عمر بن ہشام

(6) بنوسہم سے نبیہ و منبہ بن حجاج

(7) بنوجمح سے امیہ بن خلف

یہ کل چودھا سردار تھے۔ گیارہ جنگ بدر میں ایک ہی دن قتل ہوئے اور باقی تین یعنی ابوسفیان بن حرب، جبیر بن مطعم اور حکیم بن حزام قتل ہونے سے بچ گئے اور بعد میں تینوں نے اسلام قبول کرلیا۔ (ابن ہشام، مظہری)

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ابھی مجلس شروع ہی ہوئی تھی کہ ابلیس لعین ایک بوڑھے شخص کی شکل میں دروازے پر آکر کھڑا ہوگیا۔ جب لوگوں نے اس کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ میں اہل نجد سے تعلق رکھتا ہوں، میں نے سنا تم لوگ ایک اہم مشورہ کررہے ہو

تو میں بھی حاضر ہو گیا کہ شاید کوئی مفید نصیحت اور مشورہ دے سکوں۔ یہ سن کر اس کو اندر بلا لیا اور مشورہ شروع ہوا۔

گفتگو شروع ہوئی تو ابوالبختری بن ہشام نے کہا کہ محمد (ﷺ) کو پکڑ کر ایک کوٹھری میں بند کر دیا جائے اور وہاں ہی جسمانی اذیتوں اور بھوک و پیاس کی تکلیف سے ہلاک ہو جائے۔ جیسے زہیر اور نابغہ وغیرہ ہلاک ہوئے، بے شک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بھی ان ہی کی طرح ہیں۔

شیخ نجدی نے کہا کہ یہ اچھی رائے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے رشتہ دار اور حمایتی اس کو چھڑا کر لے جائیں گے اور فساد بڑھے گا۔ قریش کے سرداروں نے شیخ نجدی کی تائید کی اور کہا کہ کوئی اور تدبیر سوچو۔

اس کے بعد ابوالاسود نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر یہاں سے جلاوطن کر دو اور پھر مکہ میں نہ آنے دو ہمارا شہر ان کے فساد سے محفوظ ہو جائے گا اور ہمیں جنگ بھی نہیں کرنی پڑے گی۔

بوڑھے شیخ نجدی نے اس رائے کو بھی رد کر دیا۔ اس نے کہا کہ کیا تم ان کے کلام کی شیرینی اور خوبی نہیں دیکھتے جو جس سے بات کرتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں جو چیز وہ پیش کرتے ہیں دل میں اتر جاتی ہے۔ اگر تم نے ان کو یہاں سے نکال دیا وہ جہاں جائیں گے وہاں کے باشندے ان پر ایمان لے آئیں گے پھر وہ تم سب پر حملہ کر دیں گے اور تم کو شہر سے نکال دیں گے۔ تمہارے شرفاء کو قتل کریں گے۔

اہل قریش نے کہا کہ شیخ نجدی ٹھیک کہتا ہے کوئی اور ترکیب سوچو۔ غرض یہ کہ اجلاس میں مختلف قسم کی رائے آتی رہیں اور شیخ نجدی ان کا غلط انجام کا ربتا کر رد کرتا رہا۔

آخر کار ابوجہل بولا میری رائے یہ ہے کہ نہ تو ان کو قید کیا جائے اور نہ جلاوطن کیا جائے بلکہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک مضبوط اور بہادر جوان تلوار چلانے کا ماہر لیا جائے اور یہ تمام بیک وقت چاروں طرف سے گھیر کر تلوار سے وار کر دیں۔ اس طرح سے قتل میں تمام قبیلے شامل ہو جائیں گے ان سب سے بدلہ نہ تو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا قبیلہ بنی عبدمناف لے سکے گا اور نہ ان کو سچا ماننے والے فساد برپا کر سکیں گے۔ صرف خون بہا اور دیت کے مال کا مطالبہ رہ جائے گا وہ سب مل کر ادا کر دیں گے۔ بوڑھے نجدی اور تمام حاضرین مجلس کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور طے پایا کہ یہ کام اسی رات کو انجام دیا جائے۔ (ابن ہشام)

ادھر دارالندوہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے مشورے ہو رہے تھے ادھر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی سب سازشوں کا پتہ دے دیا اور ہجرت کا حکم نازل کر دیا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْقْتُلُوْکَ
اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ
وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝

ترجمہ: اور جب کافر لوگ آپ (ﷺ) کے خلاف خفیہ سازشیں کررہے
تھے کہ آپ (ﷺ) کو قید کردیں یا آپ (ﷺ) کو قتل کرڈالیں
یا آپ (ﷺ) کو وطن سے نکال دیں اور ادھر وہ سازشی منصوبے بنارہے تھے
اور ادھر اللہ (ان کے مکر کے رد کے لئے اپنی) تدبیر فرمارہا تھا،
اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر کرنے والا ہے۔

(سورۃ الانفال ۔ 30)

حملہ نمبر ۔ ۷

ربیع الاول 1ھ ہجری، 622ء میں ہجرت کے وقت

سُراقہ بن مالک کا تعاقب کرنا

سراقہ کا پورا نام سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی وہ اپنے دادا کے نام کے ساتھ مشہور ہے۔ رابغ کا علاقہ اس کے قبیلہ کے قبضے میں تھا۔

سراقہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قریش کے قاصد آئے اور اعلان کیا کہ جو شخص محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ابوبکر کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے لائے گا تو ہر ایک کے بدلے (100) اونٹ انعام میں پائے گا۔ سراقہ نے کہا کہ اس وقت میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا تو اتنے میں ایک آدمی میرے سامنے آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ابھی ساحل کے پاس چند افراد کو گزرتے ہوئے دیکھا ہے میرے خیال میں وہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ہیں۔

سراقہ کہتے ہیں میں سمجھ گیا کہ ضرور یہ وہی لوگ ہوں گے، لیکن میں نے اس آدمی سے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں تم نے فلاں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے سے گزر کر گئے ہیں۔ میں نے اس خیال سے کہ انعام کی رقم کوئی دوسرا نہ لے جائے کچھ دیر تو محفل میں بیٹھا رہا اس کے بعد گھر میں گیا اور لونڈی سے کہا کہ گھوڑا تیار کرے اور اسے دور ایک ٹیلے کے پاس لے جا کر میرا انتظار کرے، پھر میں نے اپنا نیزا لے کر مکان کی پچھلی طرف سے نکلا اور اپنے نیزے کا نوک والا

حصہ زمین پر ٹیک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے اس کو سرپٹ دوڑانے لگا تاکہ جلد از جلد وہاں پہنچ جاؤں۔ جب میں ان کے قریب پہنچا اور میں نے پہچان لیا۔ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا، پھر میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا تاکہ فال نکالوں اور معلوم کروں کہ ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں مگر فال میں نہیں (منع) آیا۔

عرب کے لوگ تیروں سے فال نکالتے تھے اور اس پر عقیدہ رکھتے تھے

فال میں منع ہونے کے باوجود انعام کی لالچ میں میں آگے بڑھتا چلا گیا پھر میں رسول اللہ (ﷺ) کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ میں نے آپ (ﷺ) کی قرآت کی آواز سنی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی توجہ بالکل میری طرف نہیں تھی۔ لیکن اچانک حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میری طرف متوجہ ہوئے تو ایک دم میرے گھوڑے کے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں نیچے گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو برا بھلا کہا اور پھر کھڑا ہوا مگر گھوڑا پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا، گھوڑے نے پاؤں زمین سے نکالنے کی کوشش کی تو غبار آسمان پر بلند ہو گیا۔ اس وقت میں نے ایک دفعہ اور فال نکالی مگر وہی پہلے والی بات نکلی۔ پھر میں نے امان کے لئے پکارا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) رک گئے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سراقہ کو اپنے اتنے قریب دیکھا تو خوف سے فرمایا کہ یہ شخص ہمیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس پر

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

﴿ لا تحزن ا ن اللّٰہ معنا ﴾

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے قریب پہنچا تو اسی وقت میرے دل میں خیال آیا کہ جب مجھے ان تک پہنچنے میں یہ مصیبت آئی تو وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ پھر میں نے عرض کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی قوم نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے (100) سواونٹوں کا انعام رکھا ہے اور میں نے وہ سب باتیں بیان کر دیں جو لوگ آپ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو زادراہ اور کچھ سامان کی بھی پیش کش کی۔ مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تکلیف نہیں دی اور نہ مجھ سے کوئی چیز لی صرف اتنا فرمایا کہ ہماری خبر ظاہر نہ کرنا۔

میں نے عرض کی کہ مجھے امان کے لئے کوئی تحریر لکھ دیجئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے عامر بن فہیر ہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لکھنے کا حکم دیا انہوں نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ دیا۔ (بخاری)

سراقہ بن مالک بن جعشم جب تحریر لکھا کر جانے لگا تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تیری ہاتھوں میں کسریٰ کے شاھی کنگن پہنائے جائیں گے۔

اس نے حیرت سے کہا! (ایران کا بادشاہ) کسریٰ بن ہرمز کے؟

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں! سراقہ یقین نہ آنے کے انداز میں خوش ہوا۔

سراقہ جعرانہ کے مقام پر مسلمان ہوا حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے عہد خلاقت میں جب مدائن فتح ہوا اور کسری کے سونے اور جواہرات حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سامنے پیش ہوئے تو حضرت امیر المومنینؓ نے سراقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کران کے ہاتھوں میں کسری کے شاہی کنگن پہنا دئے اور زبان سے فرمایا!

ا للہ اکبر! اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسری کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے۔ (حلبی)

سراقہ رسول اللہ (ﷺ) سے امان کی تحریر لے کر واپس لوٹا تو راستے میں اس کو اور بھی لوگ ملے جو رسول اللہ (ﷺ) کی تلاش میں اس طرف آرہے تھے ان سب کو یہ کہہ کر واپس لوٹا دیا کہ میں دیکھ آیا ہوں اس طرف کوئی سراغ نہیں ملا۔

قتل کی سازش نمبر ۔ ۸

2 ہجری ، 624ء میں غزوۂ بدر میں عبرت ناک شکست کے بعد کفارِ مکہ نے کھل کر نوحہ زاری نہیں کی کیونکہ اس سے مسلمان خوش ہوتے ۔ لیکن خفیہ انتقام کی تیاریاں شروع کر دیں۔ صفوان بن امیہ جس کا باپ اور بھائی دونوں جنگ میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارے گئے تھے، اس نے عمیر بن وہب کو خفیہ طور پر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دے، عمیر بن وہب زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مدینہ روانہ ہوا تا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر دے۔ مدینہ پہنچا تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو دیکھا اور ان کو شبہ ہوا کہ یہ کسی اچھی نیت سے نہیں لگتا وہ اسے پکڑ کر رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں لے آئے۔

رسول اللہ (ﷺ) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا! عمیر کو چھوڑ دو اور اس سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا کہ میرا بیٹا قیدیوں میں شامل ہے اسے رہا کرانے آیا ہوں آپ (ﷺ) مجھ پر رحم کریں اور میرے بیٹے کو رہا کر دیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم کو صفوان نے میرے قتل کرنے کے لئے آمادہ کر کے بھیجا ہے تم سچی بات کیوں نہیں کرتے اور پھر صفوان اور عمیر کے مشورہ کی پوری کیفیت سنا دی۔ عمیر نے کہا! میں مسلمان ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ (ﷺ) اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول ہیں کیونکہ اس بات کی خبر سوائے صفوان اور میرے کسی تیسرے شخص کو ہرگز ہرگز نہیں تھی۔

قتل کی سازش نمبر ۔ ۹

ابوسفیان کی رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش

ابوسفیان کے دل میں بدر کی شکست کی آگ خوب بھڑک رہی تھی جنگِ بدر کے دو ماہ بعد دوسو (200) سواروں کو لے کر مکہ سے جنگ کے ارادے سے نکلا اور وادئ قناۃ کے قریب واقع نیب نامی پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہوا۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ تقریباً بارہ (12) میل ہے۔ چونکہ ابوسفیان کی مدینہ میں گھس کر آپ ﷺ پر کھلم کھلا حملہ کرنے ہمت نہ تھی۔ اس لئے اس نے ایسی کاروائی انجام دی جس طرح ڈاکہ زنی کی واردات ہوتی ہے۔

تفیصل کچھ یوں ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں مدینہ میں داخل ہوا اور حیّ بن اخطب کے پاس مدد کو پہنچا لیکن حیّ بن اخطب نے انجام کے خوف سے ساتھ دینے سے انکار کردیا، پھر ابوسفیان بنونضیر کے سردار سلام بن شکم کے پاس جا پہنچا جو بنونضیر کا خزانچی تھا۔ ابوسفیان نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اس نے ابوسفیان کی مہمانداری کی۔ کھانے اور شراب سے اس کی تواضع کی اور مدینہ کے حالات سے آگاہ کیا۔ رات کے پچھلے پہر ابوسفیان وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ان کا ایک دستہ بھیج کر مدینہ کے اطراف میں عریض نامی مقام پر حملہ کردیا، وہاں کھجوروں کے درخت کاٹ دیئے اور ان کو آگ لگادی۔ دو شخص جو کاشتکاری کے کام میں مصروف تھے انہیں قتل کردیا۔ ان دونوں میں ایک حضرت سعید بن عمر انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور دوسرا ان کا حلیف تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی واردات کی اطلاع ملی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیز رفتاری سے اس کے تعاقب کیلئے نکلے لیکن وہ مقابلہ کی ہمت نہ کر سکا اور بھاگ نکلا۔ بھاگتے ہوئے اپنے ستوؤں کے تھیلے وزن ہلکا کرنے کی خاطر راستے میں پھینکتے رہے۔ بہت سا سامان انہوں نے راستے میں پھینک دیا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا مسلمانوں نے ان کا تعاقب مقام کدُر تک کیا۔ مسلمان ستو اور سامان لے کر واپس لوٹے۔ اس واقعہ کا نام غزوۂ سویق ہے۔ عربی زبان میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔

حملہ نمبر۔ ۱۰

ربیع الاول 3ھ ہجری، 624ء میں سردار دعثور کی رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔

رسول اللہ ﷺ غزوہ غطفان سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں بارش ہوگئی۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کے کپڑے بھیگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے بھیگے ہوئے کپڑے ایک درخت پر سوکنے کے لئے ڈال دئے اور خود اس درخت کے نیچے لیٹ گئے۔

وہاں کے اعرابی آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سردار دعثور سے جو جوان اور بہت بہادر تھا کہا کہ محمد ﷺ اس درخت کے نیچے تنہا لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے اصحاب ؓ منتشر ہیں تو جا کر ان کو قتل کر دے۔ دعثور نے ایک نہایت تیز تلوار لی اور آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا اور کہا!

اے محمد (ﷺ)! بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا! **اللہ**۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً اٹھالی اور دعثور سے کہا کہ بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کوئی نہیں اور اسلام لے آیا اور کلمہ پڑھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اور اس نے یہ وعدہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ میں کوئی فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ ﷺ دعثور کو اس کی تلوار واپس کردی۔ دعثور نے واپس جا کر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ☆

(سورۃ المائدہ۔۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والا! یادرکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب لوگوں نے ارادہ کیا تم پر دست درازی کا پھر اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

(سیرت المصطفیٰ ﷺ)

حملہ نمبر ۔ ۱۱

۷/ شوال 3 ہجری ، 625ء میں غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ (ﷺ) کے پاس اس وقت صرف نو صحابہؓ رہ گئے تھے کہ اچانک انہوں نے خالد بن ولید کو گھوڑے پر سوار دیکھا (خالد بن ولید اس وقت کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے)۔ اب دو ہی راستہ تھے کہ کسی محفوظ جگہ جا کر پناہ لی جائے یا اپنی جان خطرے میں ڈال کر مقابلہ کیا جائے۔ اس نازک وقت میں آپ (ﷺ) نے صحابہ کرامؓ کی جان بچانے کا فیصلہ کیا۔ خالد بن ولید کو دیکھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کو پکارا، آپ (ﷺ) کی آواز مشرکین تک پہنچ گئی ان کو معلوم ہو گیا کہ آپ یہاں ہیں تو مسلمانوں سے پہلے انہوں نے پہنچ کر حملہ کر دیا، مسلمان مکمل طور پر دشمن کے نرغے میں تھے۔ کچھ لوگ تو اپنے ہوش وحواس کھو چکے تھے اور میدان میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے، کسی کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ کچھ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے، بعض لوگوں نے یہ سوچا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیٔ کے ساتھ مل جائیں اور ابو سفیان سے امان طلب کر لیں۔ چند لمحوں کے بعد ان کے پاس سے حضرت انس بن نضر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گزر ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، انہوں نے پوچھا! کسی کا انتظار ہے تو جواب دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل (شہید) ہو چکے ہیں۔

اس پر حضرت انس بن نضر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اب تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے جس چیز پر رسول اللہ (ﷺ) نے جان دی اسی چیز پر ہم بھی جان دے دیں۔

اس کے بعد فرمایا! اے اللہ! ان مسلمانوں نے جو کچھ کیا ان کی طرف سے معذرت کرتا ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا ان کی طرف سے برأت اختیار کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کی لاش جب دیکھی گئی تو اتنے زخم تھے کہ لاش پہچانی نہیں جارہی تھی ان کی بہن نے ہاتھوں کی انگلیوں سے پہچانا۔

ایک گروہ تھا جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فکر تھی ان میں حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شامل تھے۔ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت میں آگے آگے تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارد گرد صرف نو افراد رہ گئے تھے جن میں سات انصار تھے اور دو مہاجرین سات انصار بھی باری باری آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو رہے تھے کہ یہاں تک کہ ساتوں نے جام شہادت نوش کرلیا۔ آخری انصاری صحابی حضرت عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن یزید بن السکن تھے۔ اب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت حضرت طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت

سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرما رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیر چلا چلا کر دشمن کو پیچھے رکنے پر مجبور کر رہے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے وہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا!

﴿سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان﴾

اس دوران عتبہ بن ابی وقاص نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پتھر مارا جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلو کے بل گر پڑے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نچلا دانت ٹوٹ گیا اور نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا۔ عبداللہ بن شہاب زہری نے بڑھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیشانی پر وار کیا اور عبداللہ بن قمئہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ ایک ماہ تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف ہوتی رہی لیکن زرہ کی وجہ سے حفاظت ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے ایک اور وار کیا جو آنکھ کے نیچے ابھری ہوئی ہڈی پر لگا جس کی وجہ سے خود کی دو کڑیاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے مبارک میں گھس گئیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے آگے ڈھال بن کر لڑ رہے تھے یہاں تک کہ ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔

حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف پلٹ کر آنے والے صحابی حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی پہنچ گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دانتوں سے پکڑ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے خود کی کڑیوں کو نکالا جس کے نکلنے میں ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔

اس نازک ترین لمحوں کے دوران جن جانباز صحابہ کی جماعت آپ کے ساتھ تھی ان کے نام: ابو دجانہ، مصعب بن عمیر، علی بن ابو طالب، سہل بن حنیف، مالک بن سنان (حضرت ابوسعید خدری کے والد)، امِ عمارہ نسیبہ بنتِ کعب مازنیہ، قتادہ بن نعمان، عمر بن خطاب، حاطب بن ابی بلتعہ اور ابو طلحہ رضوان اللہ اجمعین تھے۔

حضرت ابو دجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے کھڑے تھے اپنی پیٹھ کو آپ (ﷺ) کے لئے ڈھال بنالیا تھا ان پر تیر پڑ رہے تھے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے۔ حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عتبہ بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ نکلا لیکن ان کو دوبارہ موقعہ ملا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت سہل بن حنیف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت ماہر تیر انداز تھے انہوں نے دشمن کی یلغار کو پیچھے دھکیل دیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود بھی تیر چلائے اتنے تیر چلائے کہ کمان ٹوٹ گئی پھر وہ حضرت قتادہ بن نعمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لے لی۔ اس روز یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ حضرت قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آنکھ زخمی ہو کر چہرے پر ڈھلک گئی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے لڑتے لڑتے منہ پر چوٹ کھائی جس سے ان کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا۔ انہیں بیس سے زیادہ زخم آئے اور زخموں کی وجہ سے پاؤں سے لنگڑے ہو گئے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے والد مالک بن سنان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے خون چوس کر صاف کیا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھوک دو، انہوں نے فرمایا! ہرگز نہیں تھوکوں گا۔ اس کے بعد پھر دشمنوں کی صفوں میں لڑنے کے لئے چلے گئے ۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اگر کوئی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو ان کو دیکھ لے اس کے بعد وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

حضرت ام عمارہ نسیبہ بنتِ کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کرتے ہوئے ابن قمئہ کے سامنے آگئیں اور اس کے کندھے پر تلوار ماری اور اس کو زخمی کر دیا لیکن وہ زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔ حضرت ام عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لڑتے ہوئے بارہ زخم آئے۔

حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی انتہائی بے جگری سے جنگ میں لڑے اور ابن قمئہ کے حملوں کو روکتے رہے۔ اس نے آپ کے داہنے ہاتھ پر اس زور سے تلوار ماری کہ وہ کٹ کر گر گیا۔ ان کے ہاتھ میں مسلمان لشکر کا جھنڈا تھا، آپ نے بائیں ہاتھ میں اٹھا لیا۔ اس نے تلوار سے وار کر کے آپ کا بایاں بازو بھی کاٹ دیا تو آپ نے سینے اور گردن کے سہارے سے اسے اٹھائے رکھا، یہاں تک کہ آپ نے جامِ شہادت نوش فرما لیا۔

حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شباہت آتی تھی کفار یہ سمجھے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کر دیا اس لئے وہ چلا چلا کر کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ اس آواز کے کو سنتے ہی بہت سے اصحابؓ کے حوصلہ پست ہو گئے اور مسلمانوں کے لشکر میں نا امیدی سی چھا گئی اور مشرکین اور جوش وخروش سے مسلمانوں پر حملے کرنے لگے اور مسلمانوں کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تھام لیا تھا۔ اس دوران رسول للہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نکل کر سامنے آئے اور حضرت کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا خوشی سے سب کو بتانا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اشارے سے منع کر دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تیس (۳۰) صحابہؓ جمع ہو گئے۔

ادھر کفار کی طرف سے عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بڑھا کہ یا تو میں رہوں گا یا وہ۔ لیکن اچانک ایک گڑھے میں اس کا گھوڑا اگر گیا وہاں فوراً حارث بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس پر حملہ کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ لیکن حضرت حارث بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر مکی فوجی کا سوار عبداللہ بن جابر نے حملہ کیا اور کندھے پر تلوار مار کر زخمی کر دیا، عبداللہ بن جابر پر حضرت ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حملہ آور ہوئے اور ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر اڑ گیا۔ ابودجانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سر پر سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اب دشمن کے حملے رک چکے تھے مسلمان محفوظ مقام پر آ گئے تھے اور رسول اللہ (ﷺ کے پاس بھی محافظ دستہ پہنچ چکا تھا۔ خالد بن ولید کے حملے کی وجہ سے مسلمانوں میں جو بدحواسی پھیل گئی تھی اس پر قابو پالیا تھا۔

حملہ نمبر۔ ۱۲

ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب گھاٹی میں تشریف لے آئے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ کہاں ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا یہ رہے گا یا میں، صحابہ ؓ نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے کوئی اس پر حملہ کرے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اسے آنے دو۔ جب وہ قریب آیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حارث بن صمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے چھوٹا نیزا لیا اور لینے کے بعد جھٹکا دیا تو لوگ اس طرح پیچھے ہٹے جس طرح اونٹ جھرجھری لیتا ہے تو مکھیاں اڑتی ہیں اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے سامنے آ پہنچے اس کے خود اور حلق کے درمیان تھوڑی سی جگہ دکھائی دی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ٹکا کر اسی پر ایسا نیزا مارا کہ وہ گھوڑے سے لڑھک گیا اور بھاگ کر قریش کے پاس چلا گیا۔ حالانکہ اس کی گردن پر زیادہ چوٹ نہیں آئی تھی اور نہ خون بہا تھا، وہ کہنے لگا! واللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا۔

لوگوں نے کہا! خدا کی قسم تو نے دل چھوٹا کر دیا ہے ورنہ کوئی خاص چوٹ نہیں آئی ہے۔

اس نے کہا! وہ مکہ میں مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تمہیں قتل کروں گا اس لئے خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتا تو بھی میری جان چلی جاتی۔

بالآخر اللہ کا وہ دشمن مکہ واپس آتے ہوئے مقام سرف پر پہنچ کر مر گیا۔

ابوالاسود نے حضرت عروہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ وہ بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور کہتا تھا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذی المجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔

(مختصر سیرت ﷺ۔ شیخ عبداللہ)

قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۳

ربیع الاول 4ھ ہجری ، 625ء میں بئر معونہ کے واقعہ سے بچ کر جب حضرت عمروؓ بن امیہ واپس آ رہے تھے تو راستے میں دو آدمی ملے جن کو انہوں نے دشمن کے آدمی سمجھ کر قتل کر دیا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ وہ دونوں بنو عامر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کی امان میں تھے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ ان کا خون بہا دینا ضروری ہے۔

یہودیوں کا قبیلہ بنونضیر بنو عامر کا حلیف تھا۔ آپ ﷺ نے سوچا کہ ان سے مدد لینی چاہئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنونضیر سے مشورہ کے لئے خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی مرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ بنونضیر آپس میں تنہائی میں جمع ہوئے اور ان کے دل میں شیطانی خیال آیا کہ یہاں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے جس کی وجہ سے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشورے کے لئے فوراً تیار ہو گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قلعہ کی دیوار کے ساتھ سائے میں بیٹھایا اور لوگوں کو بلانے کے بہانے ادھر اُدھر ہو گئے۔

انہوں نے ایک یہودی بدبخت عمرو بن حجاش کو پتھر کا بہت بھاری چکی کا پاٹ دے کر قلعہ کی دیوار پر چڑھا دیا کہ وہ وہاں سے اسے نیچے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُوپر گرا کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچل دے۔ ان لوگوں میں سے

ایک شخص سلام بن شکم نے کہا کے ایسا نہ کرو ان کو تمہارے ارادوں کی خبر ہو جائے گی اور جو عہد و پیمان ان کے اور ہمارے درمیان ہے اس کی خلاف ورزی ہوگی۔ انہوں نے اس کی بات نہ سنی اور اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے پر عزم رہے۔

ابھی وہ گرانے نہ پایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل علیہ سلام تشریف لائے اور ان کو یہودیوں کے ارادے سے باخبر کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیزی سے اُٹھے اور مدینہ کے لئے چل پڑے بعد میں صحابہ کرام ؓ بھی اٹھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آ گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اٹھنے کی وجہ دریافت کی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہود کے ارادوں کے بارے میں بتایا۔

یہود نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلانا چاہا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم نے ہمارے قتل کا منصوبہ بنایا تھا اب ہم کو تم پر اعتبار نہیں ہے۔ یہود نے نہ اپنے منصوبہ سے انکار کیا اور نہ معذرت کی۔

مدینہ پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو پیغام بھیجا کہ دوبارہ عہد نامہ لکھو۔ لیکن انہوں نے دوبارہ عہد کرنے سے انکار کر دیا۔ انکار کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ ان کو الٹی میٹم دیا کہ دس روز کے اندر اندر مدینہ سے نکل جائیں اور کہیں چلے جائیں اس کے بعد جو شخص یہاں پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔

قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۴

ارادۂ قتل کی عشقِ رسول اللہ (ﷺ) میں تبدیلی

محرم 6 ہجری ، 627ء میں سریہ محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں بنوحنیفہ کا سردار ثمامہ بن اثال حنفی گرفتار کر کے لایا گیا یہ مسیلمہ کذاب کے حکم سے بھیس بدل کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے نکلا تھا۔ اس کو لا کر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ رسول اللہ (ﷺ) تشریف لائے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا حال دریافت کیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ثمامہ کیا خیال ہے۔

اس نے کہا! مجھے خیر کی امید ہے، اگر تم قتل کرو گے تو ایک خونی کو قتل کرو گے اگر احسان کرو گے تو ایک قدردان پر احسان کرو گے۔ اگر مال چاہئے تو جو چاہو مانگو۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو اسی حال پر چھوڑ کر چلے گئے ۔ پھر اس کے پاس سے گزر ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر پوچھا!

ثمامہ کیا خیال ہے، ثمامہ نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد تیسری بار پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گزر ہوا تو پھر وہی سوال کیا اور اس نے وہی جواب دیا۔ آپ (ﷺ) نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔

ثمامہ مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے وہاں غسل کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس واپس آ کر آپ (ﷺ)

کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ پھر کہا۔

خدا کی قسم! کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ لیکن اب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا جب میں عمرے کے ارادے سے جا رہا تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خوش رہو اور عمرہ کرنے کو کہا، جب وہ عمرہ کے غرض سے مکہ پہنچے اور قریش سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ثمامہ تم بے دین ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں اور سنو!

خدا کی قسم! تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ نہیں آسکتا جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی اجازت نہ دیں۔

یمامہ اہل مکہ کے لئے کھیت کی حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت ثمامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وطن واپس جا کر مکہ کے لئے غلہ کی روانگی روک دی جس سے قریشی مشکلات کا شکار ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قرابت کا واسطہ دے کر لکھا کہ ثمامہ سے کہیں کہ غلہ کی ترسیل کو نہ روکیں، رسول اللہ (ﷺ) نے ان کو ترسیل بحال کرنے کے لئے کہا تو وہ راضی ہو گئے۔

(زادالمعاد)

قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۵

زہریلا گوشت کھانے کا واقعہ

7 ہجری 629ء میں خیبر کی فتح کے بعد رسول اللہ (ﷺ) دشمنوں کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے۔ ایک دن یہودیوں کے ایک سردار سلام بن شکم کی بیوی زینب بنتِ حارث نے ایک سالم بکری بھون کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدیہ بھیجا۔ اس نے ہدیہ بھیجنے سے پہلے معلوم کر لیا تھا کہ آپ ﷺ کو دست کا گوشت پسند ہے۔ اس نے دست کا گوشت لیا اور اس میں خوب زہر ملایا اور اس کا باقی حصہ بھی زہر آلود کر دیا پھر اسے لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئی اور آپ (ﷺ) کے سامنے رکھ دیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا ایک حصہ منہ میں چبایا اور پھر تھوک دیا اور فرمایا کہ یہ ہڈی مجھے بتلا رہی ہے کہ اس میں زہر ہے، آپ (ﷺ) کے ساتھ حضرت بشر بن البراء بن معرور بھی کھا رہے تھے، وہ پہلا لقمہ لے کر نگل گئے اور وہ زہر کے اثر سے شہید ہو گئے۔ روایت ہے کہ انہیں بھی زہر کی موجودگی کا احساس ہو گیا تھا لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھائے ہوئے لقمہ کو تھوکنا مناسب نہیں سمجھا اور اسے نگل گئے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس یہودیہ زینب کو بلایا اور اس سے پوچھا! اس نے اقرار کر لیا، آپ (ﷺ) نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا

کیوں کیا تو اس نے کہا کہ میں نے سوچا کہ اگر یہ بادشاہ ہیں تو ہمیں ان سے نجات مل جائے گی اور اگر نبی ہیں تو ان کو خبر ہو جائے گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو قصاص کے طور پر حضرت بشر کے ورثاء کے حوالے کر دیا، انہوں نے اسے معاف کر دیا تو وہ مسلمان ہو گئی۔

(زادالمعاد)

قتل کی سازش نمبر ۔ ١٦

تبوک سے مدینہ واپسی پر رسول اللہ (ﷺ) پر منافقین کا قاتلانہ حملہ

۹ ھ ہجری، 631ء میں تبوک سے مدینہ واپسی پر راستہ میں آپ ﷺ ایک جگہ گھاٹی کے پاس سے گزر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمارؓ اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ اونٹنی ہانک رہے تھے۔ باقی صحابہؓ دور وادی کے نشیب سے گزر رہے تھے۔ اس موقع پر منافقین جن کی تعداد بارہ تھی منہ چھپائے ہوئے تھے اور پہلے سے گھات لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اس موقع کو اپنے ناپاک مقصد کے لئے مناسب سمجھا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ کے دونوں ساتھی حسب معمول راستہ طے کر رہے تھے کہ قدموں کی چاپیں سنائی دیں۔ وہ بہت قریب آ گئے تھے اور منہ پر ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ آگے بڑھے اور ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے ضربیں لگانیں شروع کیں جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مرعوب کر دیا اور وہ تیزی سے بھاگ کر اپنے لوگوں میں جا ملے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو ان لوگوں کے نام بتائے اور ان کے ارادوں سے باخبر کیا، اس لئے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دان کہا جاتا ہے۔

اس موقع کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا!

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ☆

(سورۃ التوبہ۔۷۴)

ترجمه: یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولتمند کر دیا ہے تو اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہو گا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہو گا۔

قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۷

یہودی قبیلہ بنونضیر نے ایک مرتبہ ایک سازش کے ذریعہ فرضی مباحثہ کے دوران حضور اکرم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ ہمارے ہاں آ جائیں اور ہمارے عالموں اور راہبوں سے بحث ومباحثہ کریں۔ اگر ہمارے لوگ آپ ﷺ کی باتوں سے مطمئن ہوجائیں تو ہم اسلام قبول کرلیں گے۔

آنحضرت ﷺ دعوت قبول کر لی اور مقررہ مقام کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن راستے ہی میں تھے کہ اطلاع ملی کہ ان مکار یہودیوں نے آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔ ہتھیاروں سے پوری طرح مسلح ہوکر گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ راستے ہی سے واپس لوٹ آئے۔

قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۸

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں قیام کیا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ ایک روز آپ ﷺ خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھے کہ فضالہ بن عمیر چھپتا چھپا تا وہاں آ نکلا اور قتل کے ارادے سے چپکے سے رسول اللہ ﷺ کی تاک میں بیٹھ گیا کہ جب بھی موقعہ ملے گا میں ان کو قتل کر دوں گا۔

ابھی وہ حملہ کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ خود اس کے قریب پہنچ گئے اور اس کو اس کے دل کی بات بتا دی۔ فضالہ اچانک اس گرفت پر شرمسار ہو گیا۔

آپ ﷺ نے اسے اپنے ارادے سے توبہ کرنے کا مشورہ دیا اور اس کے سینہ پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ ارادۂ قتل کے اس مجرم کو پکڑے جانے کے بعد اس حسن سلوک کی توقع نہیں تھی۔ فضالہ کی ذہنی کائنات بالکل بدل گئی اور وہ فوراً اپنے گناہوں سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔

قتل کی سازش نمبر ۔ ۱۹

یہودیوں کے ایک مشہور سردار کعب بن اشرف کو مال و زر، عزت و اقتدار اور شعر و شاعری میں بہت شہرت حاصل تھی۔ اسے اسلام سے بھی اسی قدر نفرت تھی۔

ایک دفعہ اس نے یہ منصوبہ بنایا کہ حضور اکرم ﷺ کے اعزاز میں ایک فرضی ضیافت کا اہتمام کیا جائے اور اس ضیافت کے دوران ان پر حملہ کر کے ان کو قتل (شہید) کر دیا جائے۔ چنانچہ کعب بن اشرف نے اسی مذموم حرکت کے لئے چند کافروں کی خدمات بھی حاصل کر لیں۔ مگر یہ سازش بھی ناکام رہی۔

قتل کی سازش نمبر ۔ ۲۰

ام قرفہ اپنی قوم (بنی فزارہ) کی بہت باعزت عورت تھی۔ اس کے گھر میں پچاس تلواریں لٹکتی رہتی تھیں۔ اس عورت کے بارہ بیٹے تھے اسی لئے عرب کے لوگ اس عورت کی عزت وعظمت کی مثال دیتے ہوئے کہتے تھے کہ کاش ہم بھی ام قرفہ کے جیسا با اثر ہوتے۔ یہ عورت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سخت گستاخیاں کرتی تھی اور ان کو برا بھلا کہتی تھی۔ ان کے قتل کے منصوبے بناتی رہتی تھی۔

اس عورت نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو ملا کر تیس سوار سپاہیوں کا ایک دستہ بنایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کریں اور رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیں (نعوذ باللہ)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو گرفتار کر کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس کو حضرت زید بن حارثہ ؓ نے قتل کر دیا تھا۔ ام قرفہ کی باقی اولاد حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں مرتدین کے ساتھ لشکرکشی میں ماری گئی۔

(سیرتِ حلبیہ)

طلیحہ (جس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا) کے گمراہ ساتھیوں کی ایک جماعت جس کا تعلق بنو غطفان سے تھا، ظفر کے مقام پر ایک خاتون کے پاس جمع ہوئے۔ جس کا نام ام زِمل سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ تھا۔ یہ ام قرفہ کی بیٹی تھی۔ یہ بھی اپنی ماں ام قرفہ کی طرح عرب کی با اثر خواتین میں سے تھی۔ شرف اور منزلت میں اس کی ماں کی مثال بیان کی جاتی تھی کیونکہ اس کے پاس اولاد کی کثرت

تھی۔ اس کا قبیلہ وگھرانہ قوت اور بہادری میں مشہور تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو قبیلہ فزارہ کی طرف لڑائی کے لئے بھیجا اور انہیں فتح نصیب ہوئی۔ بنو فزارہ کے بہت سے لوگ مارے گئے ان میں ام قرفہ نامی ایک عورت بھی قتل ہوئی۔ ام زمل اسی کی بیٹی تھی، اسے لونڈی بنالیا گیا اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے حصہ میں آئی۔ آپ ؓ نے اسے آزاد کر دیا۔ اس کو اپنی ماں کی موت کا بہت افسوس تھا اور وہ مسلمانوں سے اپنی ماں کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں جب فتنہ ارتداد ابھرا تو حضرت خالد بن ولید ؓ نے بزاخہ کے میدان میں مرتدین کو شکست دی تو بچے کچے لوگ ام زمل کے پاس آکر جمع ہو گئے۔

جب اس کے پاس کافی لوگ جمع ہو گئے تو اس نے انہیں حضرت خالد بن ولید ؓ کے ساتھ جنگ کرنے پر اکسایا اور وہ تیار ہو گئے۔ بنو سلیم، بنو طے، بنو ہوازن اور بنو اسد کے لوگ اس کے ساتھ تھے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ یہ بھی اپنی ماں کے اونٹ پر میدان جنگ میں موجود تھی۔ اس اونٹ کی بہت تعریفیں مشہور تھیں، اس اونٹ کو جنگی تربیت دی گئی تھی۔ ام زمل اشتعال انگیز تقریریں کر رہی تھی اور اپنے فوجیوں کو جوش دلا رہی تھی۔ اسے جنگ کرنے کی مہارت حاصل تھی۔ ام زمل کے گرد سو اونٹ اس کی حفاظت کے لئے مامور تھے۔ مسلمان ان پر بھرپور حملے کر رہے تھے۔ ان کا اصل نشانہ ام زمل تھی۔

جنگ میں ان کو حضرت خالد بن ولید ؓ کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔

ام زِمل کے اونٹ کو بھی مار دیا اور اس کو بھی۔ اس کے قتل کے بعد اس کے فوجیوں میں بے دلی چھا گئی اور وہ پسپا ہو گئے اور میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ اس فتح کی خوشخبری مدینہ طیبہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس بھجوادی گئی۔

(البدایہ والنہایہ: ۳۲۳/۶) (الکامل فی التاریخ ج ا ص ۲۱۱)

قتل کی سازش نمبر ۔ ۲۱

یہودیوں کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس قدر دشمنی تھی کہ وہ آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کا کوئی بھی موقع نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو قتل کرنے اور نقصان پہنچانے کے نئے نئے طریقے ڈھونڈتے تھے۔ جب ان کے تمام حربے ناکام ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کرنے کی کوشش کی جس کو اللہ تعالیٰ نے ناکام بنا دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر کسی نے جادو کر دیا۔ آپ ﷺ کو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ ﷺ اپنے ازواج کے پاس گئے ہیں حالانکہ آپ ﷺ ان کے پاس نہیں گئے ہوتے تھے۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پر جادو کا زیادہ سے زیادہ اثر یہی تھا۔

ایک دن فرمایا! اے عائشہؓ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں دریافت کیا تھا۔ اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ دو آدمی آئے تھے۔ ایک میرے سرہانے کی طرف بیٹھ گیا تھا اور دوسرا پاؤں کی طرف۔ جو سر کی طرف بیٹھا تھا اس نے پوچھا؟ انہیں کیا ہوا ہے۔ دوسرے نے جواب دیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے نے پوچھا کہ کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ بنی زریق کے ایک آدمی لبید بن عاصم نے کیا ہے جو یہودیوں کا حلیف اور منافق تھا۔ اس نے پوچھا کہ کس چیز سے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ایک کنگھی کے دندانے اور کچھ بال۔ اس نے پوچھا! کہاں ہے؟ جواب دیا! کھجور کے پتوں

میں جسے ذروان کے کنویں میں ایک بڑے پتھر کے نیچے رکھا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے، اس کا پانی نکلوایا، اس کا پانی مہندی کے پانی کی طرح سرخی مائل گدلا تھا اور وہاں کی کھجوریں اس طرح کی تھیں کہ جیسے شیطان کے سر۔ آپ ﷺ نے ان تمام چیزوں کو اس کنویں سے نکلوایا۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس سے بدلہ نہیں لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے۔ میں اس شر کو لوگوں میں پھیلانا نہیں چاہتا۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ ﷺ نے کوئی کام کیا ہے لیکن آپ ﷺ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کنویں کو بند کرنے کا حکم دے دیا تھا اور وہ کنواں بند کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم ۔ تفسیر ابن کثیر)

ایک اور روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو بھیجا تھا انھوں نے اس کنویں کا پانی نکالا تھا۔ اس کا پانی مہندی کے پانی کی طرح سرخی مائل گدلا تھا۔ انھوں نے اس بھاری پتھر کے نیچے سے وہ کھجور کا گابھا نکالا جس میں آپ ﷺ کے سر مبارک کے کچھ بال اور کچھ کنگھی کے دندانے تھے۔ بالوں میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل فرمائیں۔ ہر گرہ کے کھولتے وقت یہ دونوں سورتیں پڑھتے جاتے۔ جب تمام گرہیں کھل گئیں تو آپ ﷺ نے

آفاقہ محسوس کیا۔ حضرت جبریلؑ نے آپ ﷺ پر یہ کلمات پڑھ کر دم کیا!

بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مَنْ کُلِّ شَئیءٍ یُوْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ ۔ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ

لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس شخص کو پکڑ کر قتل کر دی اجائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرما دی ہے۔ میں اس شر کو لوگوں کے درمیان پھیلانے کو پسند نہیں کرتا۔

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ساتھ ایک ہی واقعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں سحر، نظر بد اور تمام آفاتِ روحانی اور جسمانی کے دور کرنے کی عظیم تاثیر ہے۔

رنج وغم اور تکالیف کے واقعات

والدہ کے ساتھ مدینہ کا سفر اور والدہ کی وفات

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک 6 سال ہوئی تو 576ء میں حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ ﷺ کو لے کر یثرب جانے کا ارادہ کیا تا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کریں اور بنی عدی بن نجار میں اپنے ننھیالی رشتہ داروں سے ملاقات کر لیں۔ آپ اپنی خادمہ ام ایمن ؓ اور اپنے سرپرست حضرت عبدالمطلب کے ساتھ پانچ سو کلو میٹر سفر طے کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں وہاں ایک ماہ تک دارنابغہ (مکان) میں قیام کر کے واپس ہوئیں۔ لیکن راستہ میں بیمار ہوگئیں اور بیماری نے شدت اختیار کر لی آپ ابواء کے مقام پر رحلت فرما گئیں اور آپ کو وہیں دفن کر دیا۔

(تاریخ خضری)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہجرت کے بعد مدینہ میں اطم بنی نجار (ٹیلہ کا نام) کو دیکھا اور اسے پہچان لیا تو فرمایا میں بچپن میں یہاں آنے پران ٹیلوں کے درمیان اپنے ننھیال کی ایک انیسہ نامی بچی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ میں اپنے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ تھا تو ہم ایک پرندے کو یہاں سے اڑاتے تھے جو اس ٹیلے پر آکر بیٹھتا تھا۔ دارنابغہ (مکان) دیکھ کر فرمایا! یہاں میری اماں جان مجھے لے کر ٹھہری تھیں اور اسی مکان میں میرے والد حضرت عبداللہ ؓ کی قبر مبارک ہے اور میں بنی عدی بن نجار کے تالاب میں خوب تیرتا تھا۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا! یہاں یہودی بہت آتے تھے ان میں سے کچھ

مجھے غور غور سے دیکھتے تھے۔ ان میں سے ایک کو یہ کہتے سنا کہ یہ اس امّت کے نبی ہیں اور یہی ان کا دارالہجرہ ہے۔ میں نے ان کی اس بات کو خوب ذہن میں رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار اپنی والدہ کے مزار اقدس پر جانا ہوا جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں پہنچے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبر کی مٹی کو درست کیا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے یہ منظر دیکھا تو زاروقطار رونے لگے۔ عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وجہ ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا! مجھے اپنی والدہ کا میری طرف بار بار دیکھنا۔ حسرت بھری نگاہوں کے ساتھ مجھے بار بار پیار کرنا اور دوران سفر اس طرح مجھ سے جدا ہونا یاد کر کے رحمت و رقت طاری ہوگئی اور میں رونے لگا۔

حضرت حسن بن جابرؓ جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے۔ ان سے روایت ہے کے ماموں رشید کو یہ اطلاع دی گئی کے سیلاب اور بارش کا پانی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی قبر مبارک میں داخل ہوجاتا ہے تو ماموں رشید نے اس جگہ کو پختہ کرانے کا حکم دے دیا۔

ابن البراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ مجھے اس قبر کی ہیئت اور وضع قطع بتائی گئی تھی۔

دادا حضرت عبدالمطلب کا انتقال

579ء میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک جب آٹھ (8) سال ہوئی تو آپ کے شفیق دادا کا انتقال ہو گیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر بیاسی (82) برس تھی۔ آپ جیحون کے مقام پر اپنے دادا قصیٰ کے پہلو میں سپر خاک ہوئے۔

جب حضرت عبدالمطلب کا جنازہ جیحون کی طرف دفن کرنے کے لئے لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور شفیق دادا کی جدائی پر آنکھوں سے آنسو بہائے جا رہے تھے۔

اسی سال کسریٰ نوشیروان فوت ہوا اور اس کا بیٹا ہرمز تخت نشین ہوا۔

صاحبزادۂ رسول حضرت عبداللہؓ کی وفات اور سورۃ الکوثر کا نزول

3 نبوی، 612ء میں حضرت عبداللہؓ پیدائش کے ایک سال چھ ماہ آٹھ دن تک زندہ رہے اور پھر آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ آپؓ کی وفات دوران رضاعت طائف میں ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کے دوسرے بیٹے کا جب انتقال ہوا تو مکہ کے مشرک سردار عاص بن وائل نے کہا کہ ان کی نسل ختم ہو گئی اور اب وہ ابتر (یعنی ان کی نسل ختم ہو جائے گی) ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پہلے بیٹے حضرت قاسمؓ کا انتقال پہلے ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے اس نے کہا کہ اب ان کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے جو ان کا قائم مقام بن سکے۔ جب یہ مر جائیں گے تو ان کا نام دنیا سے مٹ جائے گا اور ان سے تمہارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔

عبد بن حمید نے ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے عبداللہؓ کی وفات پر ابو جہل نے بھی ایسی ہی باتیں کی تھیں۔

شمیر بن عطیہ سے ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس غم پر خوشی مناتے ہوئے ایسے ہی کمینہ پن کا مظاہرہ عقبہ بن ابی معیط نے بھی کیا تھا۔ عطاؒ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے دوسرے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو حضور اکرم ﷺ کا چچا ابولہب (جس کا گھر رسول اللہ ﷺ کے گھر سے

بالکل متصل تھا) دوڑا ہوا مشرکین کے پاس گیا اور ان کو اپنی طرف سے یہ خوشخبری دی کہ آج رات محمد (ﷺ) لاولد ہو گئے یا ان کی جڑ کٹ گئی۔

یہ وہ انتہائی تکلیف دہ اور دل شکن حالات تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمO

إِنَّا أَعْطَيْنَاکَ الْکَوْثَرَ (1)فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (2)

إِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْأَبْتَرُ (3)

(اے محمد ﷺ!) ہم نے تم کو کوثر عطا فرمائی ہے۔۱۔ تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔۲۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا دشمن ہی بے نام ونشان (بے اولاد) رہے گا۔۳۔

قریش آپ ﷺ کے اس لئے دشمن ہو گئے تھے کہ آپ ﷺ صرف اللہ کی بندگی اور عبادت کرتے تھے۔ ان کے شرک کو آپ ﷺ نے اعلانیہ رد کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے جو مرتبہ ومقام آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے حاصل تھا وہ چھین لیا گیا تھا۔ آپ ﷺ گویا برادری سے کاٹ کر الگ کر دئے گئے تھے۔ آپ ﷺ کے چند مٹھی بھر ساتھی بھی بے یار و مددگار مصائب کا شکار تھے۔ اس کے بعد مزید ایک کے بعد ایک بیٹے کی وفات سے غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اس موقع پر عزیزوں رشتہ داروں قبیلے اور برادری کے لوگ اور ہمسائیوں کی طرف سے ہمدردی وتعزیت کے بجائے خوشیاں منائی جا رہیں تھیں جو ایک شریف انسان کے

لئے دل توڑ دینے والی تھیں۔ جس نے اپنے تو اپنے غیروں تک سے ہمیشہ انتہائی نیک سلوک کیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مختصر ترین سورۃ کے ایک فقرے میں وہ خوشخبری دی جس سے بڑی خوشخبری دنیا کے کسی انسان کو کبھی نہیں دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کی ہی جڑ کٹ جائے گی۔ (امہات المومنین ص ۲۴)

(ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ از علی اصغر چودھری ص ۹۳)

حوضِ کوثر: بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی نے حضرت انس ؓ سے روایت کیا ہے۔ مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔

ایک روز جبکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے درمیان تھے آپ ﷺ پر ایک قسم کی نیند اور بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی پھر ہنستے ہوئے آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے پوچھا! یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر اس وقت ایک سورۃ نازل ہوئی ہے پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ کے ساتھ سورۃ الکوثر پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے۔ ہم نے عرض کیا! اللہ و رسولہٗ اعلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جنت کی نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیرِ کثیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز پانی پینے کے لئے آئے گی اس میں پانی پینے کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں

گے۔ اس وقت بعض لوگوں کو فرشتے حوض سے ہٹا دیں گے تو میں کہوں گا کہ اے پروردگار یہ تو میری امت میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ ﷺ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد نیا دین اختیار کرلیا تھا۔

ابن کثیرؒ نے اس روایت کو نقل کر کے مزید لکھا!

حوض کی صفت میں روایاتِ حدیث میں آیا ہے کہ اس میں دو پرنالے آسمان سے گریں گے جو نہر کوثر کے پانی سے حوض کو بھر دیں گے۔ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہوں گے۔

اس حدیث سے سورۃ الکوثر کے نزول کا سبب بھی معلوم ہوا اور الفاظ کوثر کی صحیح تفسیر بھی یعنی خیر کثیر۔ یہ بھی کہ اس خیر کثیر میں وہ حوضِ کوثر بھی شامل ہے جو قیامت کے روز امتِ محمدیہ (ﷺ) کو سیراب کرے گا۔ اس روایت نے یہ بھی واضح کردیا کہ اصل نہر جنت میں ہے اور یہ حوض میدانِ حشر میں ہوگا۔ اس میں دو پرنالوں کے ذریعہ نہر کوثر کا پانی ڈالا جائے گا۔

اس میں اس روایت کی بھی تصدیق ہوگئی کہ حوضِ کوثر پر امت جنت میں داخل ہونے سے پہلے آئے گی۔ اس حدیث میں بعض لوگوں کو حوضِ کوثر سے ہٹا دینے کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو بعد میں اسلام سے پھر گئے (دین میں نئی نئی باتیں شامل کرلیں) یا پہلے ہی سے مسلمان نہیں تھے مگر منافقانہ طور پر اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد ان کا نفاق کھل گیا۔ واللہ اعلم بالصواب

(تفسیر معارف القرآن ج ۸ ص ۸۲۹)

قریش کی مخالفت اور عداوت

4 ھ نبوی ، 613ء میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جب اعلانیہ کام شروع کردیا تو قریش مکہ میں ایک ہیجان طاری ہوگیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت میں وہ تمام باتیں بھول گئے جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف میں کیا کرتے تھے چونکہ ایمان لانے والوں میں زیادہ تر کمزور، غریب اور غلام لوگ تھے۔ سرداروں کے مقابلے میں کم حیثیت مانے جاتے تھے۔ پہلے پہل تو وہ تمسخر کرتے تھے پھر انہوں نے باقاعدہ اذیتیں پہنچانے کا سلسلہ شروع کردیا اور بعض سرداروں نے تو ظلم کی انتہا کردی۔

حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امیہ بن خلف کے غلام تھے۔
جب حضرت بلال ؓ نے اسلام قبول کیا تو امیہ نے طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کردیں۔ وہ گرم ریت پر حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو لٹا دیتا تھا اور چھاتی پر گرم پتھر رکھ دیتا تھا۔ مشکیں باندھ کر کوڑوں سے مارتا تھا، بھوکا رکھتا تھا، گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے سپرد کردیتا وہ انہیں گلی کوچوں میں لے کر پھرتے اور مار پیٹ کرتے تھے۔ یہ تمام تکالیف حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) برداشت کرتے رہتے تھے اور ''احد احد'' کا نعرہ لگاتے رہتے تھے۔

حضرت عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد حضرت یاسر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور والدہ حضرت سمیہ ؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ ابوجہل انہیں طرح طرح سے اذیتیں پہنچاتا تھا۔ حضرت سمیّہ ؓ کو ظالم ابوجہل نے بے دردی سے نیزہ مار کر

شہید دیا تھا۔ حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ابو جہل نے اتنا مارا کہ مارتے مارتے اندھا کر دیا۔ غرض بہت سے لونڈیوں اور غلاموں کو ایسی ایسی سخت سزائیں دی جاتی تھیں کہ اس کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود کفار مکہ کسی ایک مسلمان کو بھی مرتد بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبیلہ امیہ کے ایک امیر شخص تھے آپ کے چچا آپ کو رسیوں سے باندھ کر بری طرح سے مارا پیٹا کرتے تھے۔ حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا جاتا تھا۔ حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قرآن پڑھتے ہوئے سن کر اس قدر مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے، قریب تھا کہ وہ ان کو جان سے مار دیتے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو روکا کہ یہ بنو غفار کا آدمی ہے اور ان کا قبیلہ ہمارے تجارتی قافلوں کے راستہ میں آتا ہے وہ تمہیں وہاں سے گزرنے نہیں دیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خانہ کعبہ کے صحن میں مارتے مارتے بے ہوش کر دیا۔ حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن الارت کو دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا گیا۔ ایک شخص ان کی چھاتی پر چڑھ جاتا کہ کروٹ نہ لے سکیں۔ ان کی کمر اور پیٹھ کا تمام گاشت اور کھال جل کر ختم ہو گئی۔ بعض صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اونٹ کے چمڑے میں لپیٹ کر باندھ دیتے۔ بعض کو لوہے کے خود اور زرہ پہنا کر جلتی ہوئی آگ اور انگارے ڈال دیتے تھے۔

مشرکین مکہ کی ابو طالبؓ کو رسول اللہ (ﷺ) کی حمایت سے روکنے کی آخری کوشش

10 نبوی ، 619ء میں رسول اللہ (ﷺ) نے شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد حسب معمول تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا اور کفار کا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے کام میں رکاوٹیں ڈالنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جناب ابو طالب کافی بوڑھے ہو چکے تھے اور شعب ابی طالب کی تکالیف نے ان کو بے حد کمزور اور بیمار کر دیا تھا۔ کفار نے سوچا کہ اگر ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد ہم نے ان کے بھتیجے کے خلاف کوئی کاروائی کی تو ہماری بدنامی ہوگی۔ اس لئے ابو طالب سے ہی کوئی فیصلہ کن معاملہ کر لینا چاہئے۔ اس لئے ان کا ایک وفد ابو طالب کے پاس حاضر ہوا۔ وفد کے ارکان قریش کے بااثر افراد تھے یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل عمر بن ہشام، امیہ بن خلف اور ابو سفیان بن حرب سمیت اشرافِ قریش کے تقریباً پچیس (25) افراد تھے۔

انہوں نے کہا!

اے ابو طالب! ہمارے درمیان آپ کا جو مرتبہ و مقام ہے اسے آپ بخوبی جانتے ہیں اور اب جس حالت سے گزر رہے ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ آپ کے آخری ایام ہیں، ادھر ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو معاملہ چل رہا ہے اس سے بھی آپ بخوبی واقف ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بلائیں اور ان کے بارے میں ہم سے عہد و پیماں لیں کہ ہم کو

ہمارے دین پر چھوڑ دیں اور ہم ان کو ان کے دین پر چھوڑ دیں۔ اس پر ابو طالب نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بلوالیا جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو جناب ابو طالب نے کہا۔

بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے معزز لوگ ہیں تمہارے ہی لئے جمع ہوئے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ کچھ عہد و پیمان یہ تم کو دیں اور تم بھی انہیں کچھ عہد و پیمان دو۔ اس کے بعد ابو طالب نے ان کی یہ پیش کش کا ذکر کیا کہ کوئی بھی فریق ایک دوسرے سے تعرض نہ کرے۔

جواب میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وفد کو مخاطب کر کے کہا!

آپ لوگ یہ بتائیں کہ اگر میں ایک ایسی بات پیش کروں جس کو آپ مان لیں تو عرب و عجم تمہارے تابع ہو جائیں اور تمہیں جزیہ ادا کریں۔ کفار نے کہا کہ وہ بات بتایئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

آپ لوگ **لاالٰہ الا اللّٰہ** کہیں اور اللہ کے سوا جو کچھ پوجتے ہیں اسے چھوڑ دیں۔ اس پر انہوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم سارے خداؤں کی جگہ بس ایک خدا بنائیں۔ واقعی تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔

اس کے بعد آپس میں بولے خدا کی قسم! یہ شخص تمہاری کوئی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ لہٰذا چلو اپنے آباؤ اجداد کے دین پر ڈٹ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔

حضرت ابو طالب کی وفات (غم کا سال)

صحیح بخاری میں حضرت مسیّب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رمضان المبارک 10 نبوی ، 619ء میں جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس تشریف لے گئے وہاں ابو جہل اور عبداللہ بن امیّہ بھی موجود تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا چچا جان آپ لاالہ الا اللّٰہ کہہ دیجئے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ کے ایمان کی شہادت دے سکوں۔ ابو جہل اور عبداللہ بن امیّہ نے کہا! ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کا دین چھوڑ دو گے پھر دونوں مسلسل ان سے بات کرتے رہے، یہاں تک کہ آخری بات جو ابو طالب نے لوگوں سے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور وفات پا گئے۔

جناب ابو طالب کی وفات کے بعد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب تک میں اس بات سے روک نہ دیا جاؤں میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِمَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ . (التوبہ۔۱۱۳)

ترجمہ: پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿ اِنَّکَ لَا تَھۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَھُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُھۡتَدِیۡنَ ﴾

ترجمہ: آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جیسے چاہے ہدایت کرتا ہے، ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے۔

(القصص۔۵۶)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ سرورِ عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا!

لا الہ الا اللہ کہئے دین اسلام میں داخل ہو جایئے میں قیامت کے دن آپ کے حق میں ایمان و اسلام کی گواہی دوں گا۔

انہوں کے جواب دیا کہ اگر مجھے قریش کی طرف سے عار اور طعن و تشنیع کا ڈر نہ ہوتا کہ حالت موت سے گھبرا کر اور بزدل ہو کر اسلام قبول کر لیا تو میں ضرور کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا اور تمہیں خوش کر دیتا۔

ابو طالب نے کہا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میری خدمت کی قدر کرتے

ہوئے اور اس کی جزاء اور بدلہ دینے کے لئے یہ فرما رہے ہو اور آپ کی پوری ہمدردی میرے ساتھ ہے اور میری موت اور جدائی کا سخت غم ہے۔ انہوں نے بنوعبدالمطلب کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم جب تک محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنتے اور مانتے رہو گے خیر اور بھلائی ساتھ ساتھ رہے گی۔ لہٰذا ان کی بات ماننا اور ان کی مدد و نصرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا، تم راہ راست پالو گے۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! چچا جس چیز کا حکم دے رہے ہو خود کیوں نہیں اختیار کرتے۔ جناب ابو طالب نے کہا! اگر صحتمند اور تندرستی میں کلمہ پڑھ لیتا تو اور بات تھی اب حالت موت اور کمزوری میں کلمہ پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے ۔ قریش کہتے پھریں گے کہ انہوں نے کلمہ محض موت کے خوف سے پڑھا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ابو طالب کی وفات کی اطلاح دی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جاؤ ان کو غسل دو کفن دو اور زمین میں دفن کرو۔

چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمان نبوی کے مطابق عمل کیا۔ دوبارہ حاضر ہوئے تو فرمایا خود بھی غسل کرو۔ چنانچہ انہوں نے بھی غسل کیا۔

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی وفات

رمضان المبارک 10 نبوی ، 619ء میں جناب ابوطالب کی وفات کے صرف تین دن بعد اور بعض روایات میں ہے کہ وہ دو ماہ کے اندر رمضان المبارک کے بعد پینسٹھ (65) سال کی عمر میں حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال ہو گیا۔

حضرت خدیجہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی وہ عظیم ساتھی تھیں جو برے سے برے وقت میں بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے تکالیف اُٹھا تیں تھیں اپنے الفاظ اور عمل سے ہمیشہ آپ (ﷺ) کی تسلی اور تشفی کا سبب بنتی تھیں۔ آپؓ کی خیر و خواہی اور غمگساری کی وجہ سے ہر مشکل وقت میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ایک نئی قوت حاصل کرتے تھے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد مبارک ہے کہ جس وقت لوگوں نے میرے ساتھ کفر کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی جس وقت لوگوں نے مجھے محروم کیا انہوں نے مجھے اپنا مال دیا۔ اللہ نے مجھے ان سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہ تھی۔ (مسند احمد)

حضرت خدیجہ الکبریٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی تدفین ہوئی۔

طائف کا سفر

شوال 10 نبوی ، جون 619 ء میں جناب ابوطالب کے انتقال کے بعد کفارِ مکہ کھل کر آپ ﷺ کی مخالفت کرنے لگے تھے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو تکالیف وایذائیں پہنچانے کا سلسلہ بہت بڑھ گیا تھا اس وجہ سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ کی طرف سے ناامید ہو کر اطراف مکہ کے قبائل کو اسلام کی دعوت دینے کا پروگرام بنایا۔

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم ؓ سے مروی ہے کہ سرورعالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) ابوطالب کی وفات کے بعد طائف تشریف لے گئے۔ اعلان نبوت کا دسواں سال شروع ہو چکا تھا۔ شوال کی چند راتیں باقی تھیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔

محمد بن عمرؓ نے اپنی سند کے ساتھ قیام طائف کی مدت دس دن بیان کی ہے اور دوسرے حضرات نے ایک ماہ۔

بہرحال آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مکہ سے نکلے اور راستے میں جو بھی قبائل آئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے طائف پہنچے۔ طائف ایک سرسبز و شاداب علاقہ ہے وہاں کے سرداران قبیلہ بنوثقیف کے پاس تشریف لے گئے۔ یہ تین سردار تھے جو آپس میں بھائی تھے جن کے نام عبد یالیل، مسعود اور حبیب تھے ان کے والد کا نام عمرو بن عمیر ثقفی تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اسلام

کی دعوت دی اور ایمان لانے کے لئے کہا۔

اس کے جواب میں ایک نے کہا کہ وہ کعبہ کا پردہ پھاڑے اگر اللہ نے تمہیں رسول بنایا۔

دوسرے نے کہا کہ اللہ کو تمہارے علاوہ اور کوئی نہ ملا۔

تیسرے نے کہا میں تم سے ہرگز بات نہیں کرسکتا اگر تم واقعی نبی ہو تو تمہاری بات رد کرنا میرے لئے بہت خطرناک ہے اور اگر تم نے جھوٹ گھڑا ہے تو مجھے تم سے بات ہی نہیں کرنی چاہئے۔

ان کا جواب سن کر آپ وہاں سے اٹھے اور صرف اتنا کہا کہ اس بات کا پردہ رکھنا۔

اس کے بعد ان بدبختوں نے کچھ اوباش اور آوارہ لڑکوں کو اکسایا کہ ان کی ہنسی اڑائیں اور ان پر پتھر برسائیں۔ چنانچہ ان اوباش لڑکوں نے آپ ﷺ پر اس قدر پتھر پھینکے کہ آپ ﷺ شدید زخمی ہوگئے، آپ ﷺ کی پنڈلیوں سے خون بہنے لگا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تکلیف سے کہیں بیٹھ جاتے تو وہ بدمعاش بازو پکڑ کر آپ ﷺ کو کھڑا کردیتے پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پتھر مارتے اور نازیبہ باتیں کرتے تالیوں بجاتے جاتے تھے۔ اس تمام عرصے میں حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو برابر بچانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی شدید زخمی ہوگئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان بدمعاش لڑکوں سے بچنے کے لئے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے

باغ میں پناہ لی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) باغ میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ سے دعا کی۔ یہ دعائے مستضعفین کے نام سے مشہور ہے۔ اس دعا کے ایک ایک فقرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ طائف میں اس بدسلوکی کے بعد کسی بھی شخص کا ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کس قدر رنجیدہ اور غمناک تھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے احساسات پر غم والم وافسوس کا کسی قدر غلبہ تھا۔

دعائے مستضعفین

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی دعا!

اے اللہ! میں اپنی کمزوری اور تدبیر کی کمی اور لوگوں کی نظر میں اپنی ذلت اور بے قدری کی آپ سے شکایت کرتا ہوں۔

اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے! آپ تو عاجز و کمزوروں کے مالک اور رب ہیں اور میرے مالک اور رب بھی آپ ہی ہیں۔ آپ مجھے کسی غضبناک دشمن کے سپرد کر دیں یا کسی دوست کے جس کو آپ نے میرے امور کا مالک بنایا ہے۔ اگر آپ مجھ سے ناراض نہ ہو تو مجھے ان سب مصائب اور تکالیف کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ آپ کی عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے اور میں آپ کی ذات مبارک کے نور کی پناہ لیتا ہوں جس سے تمام تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ دنیا و آخرت کے سب کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات

سے کہ آپ مجھ پر اپنا غضب نازل فرمائیں مجھے آپ کی رضا مندی اور خوشنودی درکار ہے۔ ہم آپ کی مدد کے بغیر نہ تو کسی برائی سے بچ سکتے ہیں اور نہ کوئی بھلائی حاصل کر سکتے ہیں۔ (ابن ہشام)

عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی باغ میں موجود تھے انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے کی پریشانی اور حالت زار دیکھی تو عربی شرافت اور مہمان نوازی کے تقاضے اور جذبہ قرابت حرکت میں آ گیا۔ انہوں نے اپنے ایک غلام جس کا نام عداس تھا، عیسائی مذہب سے اس کا تعلق تھا اس کے ہاتھ ایک طشت میں انگور کے خوشے رکھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھجوائے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بسم اللہ پڑھ کر کھانے شروع کئے۔

عداس نے کہا کہ یہ جملہ اس علاقے کے لوگ نہیں بولتے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا دین کیا ہے۔

اس نے کہا میں نینویٰ کا باشندہ ہوں اور عیسائی مذہب سے میرا تعلق ہے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اچھا تو تم مرد صالح یونس بن متی (علیہ السلام) کی بستی کے رہنے والے ہو۔

اس نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یونس بن متی (علیہ السلام) کو کیسے جانتے ہیں۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! وہ میرے بھائی ہیں اور وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

عداس نے کہا کہ آپ کا نام کیا ہے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہے۔

عداس نے کہا کہ میں نے توریت میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف پڑھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں مبعوث فرمائے گا۔ اہل مکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت نہ کریں گے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو نکال دیں گے پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مدد ہو گی اور آپ کا دین روئے زمین پر پھیلے گا۔ یہ کہہ کر عداس ؓ نے آپ کی پیشانی اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لیا اور مسلمان ہو گئے۔

عتبہ وشیبہ یہ سب دیکھ رہے تھے اور آپس میں کہنے لگے کہ اس نے ہمارے غلام کو خراب کر دیا۔ جب عداس واپس گئے تو دونوں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ انہوں نے کہا! میرے آقا! روئے زمین پر ان شخص سے بہتر کوئی اور نہیں۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان دونوں نے کہا۔ دیکھو عداس! کہیں یہ شخص تمہیں تمہارے دین سے نہ پھیر دے کیونکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

(ابن ہشام)

حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت خوف و دہشت میں مبتلا کیا گیا جب کہ دوسرا کوئی شخص خائف نہ تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت اذیتیں اور

تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں جب کسی کو اس کی راہ میں ایذا و تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ مجھ پر تیس تیس دن اس حال میں گزرے کہ میرے لئے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جس کو کوئی جاندار لقمہ بنا سکے ماسوا اس طعام کے جس کو حضرت بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی بغل کے نیچے چھپائے ہوئے ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر احد سے زیادہ سخت دن بھی آیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں۔ تیری قوم نے مجھے سخت سے سخت تکلیفیں دیں لیکن سب سے زیادہ سخت دن وہ تھا جب میں نے طائف کے سفر کے دوران عبد یالیل اور اس کے بھائیوں کو اسلام پیش کیا اور انہوں نے قبول نہ کیا اور بدمعاش لڑکوں کو میرے پیچھے لگا کر میرا جسم پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ جب میں وہاں سے واپس ہوا تو قرن المنازل (اس کو ’’قرن الثعالیب‘‘ بھی کہتے ہیں، یہ نجد کی میقات ہے) پر پہنچا تو سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اور اس میں جبریل امین علیہ سلام موجود ہیں۔

جبریل امین علیہ سلام نے مجھے آواز دی اور کہا کہ آپ (ﷺ) کی قوم کی حرکتیں اور بدسلوکیاں جو آپ (ﷺ) کے ساتھ ہوئی ہیں اللہ نے سب دیکھ لی ہیں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ’’**ملک الجبال**‘‘ (پہاڑوں کا

فرشتہ) بھیجا ہے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جو چاہیں اسے حکم دیں اس کے بعد ملک الجبال نے مجھے سلام کہا اور کہا: اے محمد! اللہ نے مجھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا ہے۔ میں ملک الجبال ہوں اور تمام پہاڑ میرے تصرف میں ہیں، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ (ﷺ) مجھے حکم دیں کہ میں دونوں پہاڑوں کو ملا دوں جہاں اہل مکہ اور اہل طائف رہتے ہیں جس سے تمام لوگ کچل جائیں۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! نہیں میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے بلکہ مجھے امید ہے کہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔

(بخاری، مسلم)

ہجرتِ مدینہ منورہ

حاکم نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی ہے کہ ہجرت کا حکم آنے کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرائیل امین (علیہ سلام) سے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا۔ جبرائیل امین (علیہ سلام) نے فرمایا! ابوبکرؓ

(یکم ربیع الاول 622ء میں آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی) (مستدرک)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ملی۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا O

(بنی اسرائیل:80)

ترجمہ: اور دعا کیا کریں کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد مقرر فرمادے۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ملنے کے فوراً بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جمعرات کے دن ٹھیک دوپہر کے وقت

جبکہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں موسم گرما کی دھوپ اور لُو سے بچنے کے لئے سائے میں ہوتے ہیں راستے آنے جانے والوں سے خالی ہوتے ہیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم)، حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً سمجھ گئے کہ ہجرت کا حکم آ گیا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اجلت میں پوچھا کہ گھر میں کوئی غیر آدمی تو نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ بس اہلِ خانہ ہیں۔ جب اطمینان ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اُن کی دونوں بیٹیوں حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا اور کوئی نہیں ہے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کا حکم نازل ہو گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پوچھا کہ رفیق سفر کون ہوگا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تم میرے ساتھ سفر کرو گے، یہ سن کر فرحتِ مسرت سے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں نے دو اُونٹنیاں پہلے ہی خرید کر خوب کھلا پلا کر موٹی تازی کر رکھی ہیں۔ ان سے ایک آپ (ﷺ) کی نذر کرتا ہوں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کے میں یہ اونٹنی قیمتاً لوں گا۔ چنانچہ اس کی قیمت ادا کی گئی اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) کو قبول کرنی پڑی۔ اس وقت سے ہجرت کی تیاری شروع ہوگئی۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے جلدی جلدی سامان تیار کرنا شروع کردیا۔ ستو کے تھیلے اور کھانے وغیرہ کا سامان تیار کیا۔ اس کو باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے نطاق سے ایک ٹکڑا کاٹ کر اس کو باندھ دیا۔ (اس زمانے میں عورتیں اپنی کمر پہ ایک کپڑا باندھا کرتی تھیں جس کو نطاق کہتے تھے) اس وجہ سے حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ذات النطاقین کا خطاب ملا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے وحی الٰہی کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنے بستر پر لٹایا اور اپنی چادر ان پر ڈال دی۔ امانتیں جو اہل مکہ کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تھیں وہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے سپرد کیں اور ان کو سمجھا دیا کہ صبح کو یہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا کر تم بھی مدینہ کی طرف آجانا۔

مشرکین مکّہ کی قرارداد کے مطابق اسی رات انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لئے حملہ کرنا تھا اس لئے شام سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا اور اس انتظار میں رہے کے جب رات کے وقت نماز کے ارادے سے نکلیں گے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر اچانک حملہ آور ہوجائیں گے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے نکلے

یہ رات جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات تھی اور یہ آیت تلاوت کیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْ ۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○

(سورۃ یٰسں ۔۹)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنا دی اور پیچھے بھی پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ دیکھ نہیں سکتے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس آیت تلاوت کر کے ایک مٹھی خاک پر دم کر کے ان کفار کی طرف پھینک دی اور ان کے درمیان سے صاف نکلتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کی طرف چلے آئے اور کفار میں سے کسی کو بھی نظر نہ آئے۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دونوں اونٹنیاں عبداللہ بن اریقط جو کافر تھا لیکن بھروسے کا آدمی تھا۔ اس کے سپرد کیں اور معقول اجرت پر محفوظ راستے سے مدینہ پہنچانے کے لئے رہنمائی کے لئے ساتھ لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے منتظر تھے۔ حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کے مکان کی پشت پر واقع کھڑکی سے نکل کر روانہ ہوئے اور مکہ کی نشیبی سمت چار میل کے فاصلہ پر جبل ثور میں واقع ایک غار جس کی چڑھائی دشوار

گزار ہے اس میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رات کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بستر مبارک پر آرام فرماتے رہے۔ کفارِ مکہ رات بھر مکان کا محاصرہ کئے ہوئے کھڑے رہے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بستر پر سوتا ہوا دیکھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گمان کرتے رہے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اُٹھ کر باہر آنے کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نمازِ فجر کے لئے بیدار ہوئے تو کفار نے ان سے پوچھا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے کیا خبر۔ خبر تو تم لوگوں کو ہونی چاہئے کیونکہ پہرہ تو تم لوگ دے رہے تھے۔ میں تو رات بھر سوتا رہا۔ کفار نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پکڑ لیا، ان کو مارا اور تھوڑی دیر گرفتار رکھا۔ بعد میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کفار نے چھوڑ دیا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں لگ گئے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اطمینان سے تمام امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کیں۔

یہ خاص بات توجہ طلب ہے کہ کفارِ مکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے جان کے دشمن تھے مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی امانت و دیانت پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی قیمتی چیزیں، زیورات، سونا، چاندی سب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس امانتوں کے طور پر رکھواتے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ ہجرت کرتے وقت بھی امانتوں کا پورا خیال کیا اور اپنے چچا زاد بھائی کو جو بیٹوں

کی طرح آپ (ﷺ) کے پاس رہتے تھے امانتیں واپس کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

کفار حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو چھوڑ کر فوراً حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر پہنچے دروازے سے آواز دی تو حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا! لڑکی تیرا باپ کہاں ہے۔

حضرت اسماء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بولیں مجھے خبر نہیں۔ یہ سن کر اس نے اس زور سے ان کے منہ پر طمانچہ مارا کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی کان کی بالی ٹوٹ کر نیچے گر گئی۔ اس کے بعد کفارِ مکہ، مکہ اور اس کے اطراف میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش کرنے کے لئے پھیل گئے۔ مگر کوئی پتہ نہ چل سکا آخر کار انہوں نے اعلان کیا کہ جو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ گرفتار کر کے لائے گا اُس کو سو اُونٹ انعام دئے جائیں گے۔ اس انعامی اشتہار کو سن کر بہت سے لوگ مکہ کے چاروں طرف دور دور تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں نکل گئے۔

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جب مکہ سے روانہ ہوئے تو ایک ٹیلے پر سے نظر ڈال کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ کو دیکھا اور فرمایا!

خدا کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہترین زمین ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اگر میں یہاں سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا۔

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینہ ہجرت

کے ارادے سے مکہ سے روانہ ہوئے تو یہ دُعا فرمائی:

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے مجھے اس وقت پیدا کیا جب میں کچھ نہیں تھا، اے اللہ! میری دنیا کی ہولناکیوں، زمانے کے حوادث، رات دن کے مصائب پر مدد فرما۔ اے اللہ! تو میرے سفر میں میرا صاحب اور میرے گھر میں میرا قائم مقام بن جا۔ جو کچھ مجھے رزق عطا فرمایا ہے اس میں برکت فرما۔ اور مجھے اپنا ہی فرمابردار بنا اور اچھی عادت پر قائم رکھ۔ اور مجھے اپنی محبت عطا فرما اور میرا معاملہ لوگوں کے سپرد نہ فرما۔ اے کمزوروں کے رب تو میرا بھی رب ہے، میں تیرے کریم ذات کی جس کے لئے زمین و آسمان روشن ہوتے ہیں اور ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں اولیں و آخرین کے معاملات درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ چاہتا ہوں کہ میرے لئے تیرا غضب حلال ہو جائے یا تیرا غصہ نازل ہو۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ تیری نعمتوں کے زائل کرنے، تیرے عذاب کے اچانک نازل ہونے۔ تیری عافیت کے پھر جانے اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے، انجام صرف تیرے قبضہ میں ہے۔ میں تو اپنی استطاعت کے مطابق خبر رکھتا ہوں۔ تیرے سوا کسی کے پاس طاقت و قوت نہیں۔

(سیرت ابن کثیرؒ)

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ غار ثور کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں کبھی وہ حضور (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے

آگے چلتے اور کبھی پیچھے پیچھے کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے آگے آگے چلنے لگتا ہوں پھر اندیشہ ہوتا کہ پیچھے سے کوئی نہ وار کردے تو میں پیچھے ہو جاتا تھا۔ اسی طرح دائیں اور بائیں چلنے لگتا۔ (بیہقی، حاکم)

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلَيۡهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا السُّفۡلٰى ط وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الۡعُلۡيَا ط وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ☆

(سورۃ التوبہ۔۴۰)

ترجمہ: اگر تم نہ مدد کرو گے رسول (ﷺ) کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے تسکین اور اس کی مدد

کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تمہیں نہیں دیکھتیں اور نیچے دالی بات کافروں کی

اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

غار کے پاس پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! خدا کے لئے آپ (ﷺ) اس میں داخل نہ ہوں پہلے میں داخل ہو کر دیکھ لیتا ہوں۔ اگر اس میں کوئی چیز مضر ہوئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بجائے میرا اس سے سابقہ پیش آئے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غار کے اندر گئے اور اندر سے صاف کیا، ایک جانب چند سوراخ تھے۔ جنہیں آپ ؓ نے اپنے کپڑوں میں سے پھاڑ کر بند کر دیئے لیکن دو سوراخ بچ گئے تو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دونوں پر اپنا پاؤں رکھ دیا پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اندر تشریف لے آیئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی آغوش میں سر رکھ کر سو گئے۔ ادھر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاؤں پر کسی چیز نے ڈس لیا مگر اس ڈر سے ہلے نہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جاگ نہ جائیں۔ لیکن درد کی وجہ سے ان کے آنسو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے پر ٹپک گئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھ کھل گئی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ابوبکرؓ کیا بات ہے۔ عرض کیا میرے ماں باپ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پر قربان! مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ رسول اللہ

(صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر اپنا لعابِ دہن لگایا اور تکلیف جاتی رہی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس زہر کا اثر آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آخری وقت میں پھر ظاہر ہو گیا تھا اور یہی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی موت کا سبب تھا۔

یہاں دونوں حضرات نے تین راتیں گزاریں یعنی جمعہ، ہفتہ، اور اتوار۔ اس دوران حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے صاحبزادے عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی یہیں رات گزارتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فرماتی ہیں کہ وہ بہت گہری سوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ سحر کی تاریکی میں ان دونوں کے پاس سے چلے آتے تھے۔ مکہ میں قریش کے ساتھ یوں صبح کرتے گویا انہوں نے یہاں ہی رات گزاری ہے پھر آپ دونوں کے خلاف سازش کی جو بات سنتے اسے اچھی طرح یاد کر لیتے اور جب تاریکی گہری ہو جاتی تو اس کی خبر لے کر غار میں پہنچ جاتے۔

ادھر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے غلام عامر بن فہیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بکریاں چراتے رہتے اور رات کا جب ایک حصہ گزر جاتا تو بکریاں لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے۔ اس طرح دونوں حضرات آرام سے دودھ پی لیتے۔ پھر صبح ہی صبح عامر بکریاں ہانک کر چل دیتے۔ تینوں رات انہوں نے یہی کیا۔ (بخاری)

عامر بن فہیرہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مکہ جانے کے بعد انہیں کے نشانات پر بکریاں ہانکتے تھے تاکہ نشانات مٹ جائیں۔

(ابن ہشام)

بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد میں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) غار میں تھے اور قریش تلاش کرتے کرتے غار کے منہ پر آ گئے اور وہاں کھڑے ہو کر سب طرف ڈھونڈ رہے تھے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہم غار میں ہیں اور قریش مکہ غار کے اوپر ہیں اگر ان میں سے کسی نے اپنے قدموں کی طرف دیکھ لیا تو نیچے ہمیں ضرور دیکھ لیں گے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ابوبکرؓ تمہارا ان دو اشخاص کے بارے میں کیا خیال ہے، جن کا تیسرا اللہ ہے، یعنی اللہ ان کہ ساتھ ہے۔

اللّٰہ نے غار کے منہ پر ایک درخت اگا دیا اور اس پر کبوتروں کو حکم دیا کہ گھونسلہ بنائیں اور اُنہوں نے اس میں انڈے دے دیئے، اللہ نے مکڑی کو حکم دیا اس نے منہ پر جالا بنا دیا۔ پھر جب قریش کے لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں وہاں پہنچے تو ان میں سے ایک نے غار کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تو کبوتر وغیرہ کے علاوہ اسے کچھ نظر نہ آیا اور اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ وہاں تو کبوتر ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔

جب تین دن قیام کے بعد قریش کی تلاش میں کچھ کمی واقع ہوئی تو حضور (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ کی طرف نکلنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عائشہ

صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قبیلہ بنوالدیل کا ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن اریقط لیثی تھا اگرچہ وہ مشرک تھا لیکن بھروسے کا آدمی تھا، وہ صحرائی اور بیابانی راستوں کا ماہر تھا، اس سے پہلے ہی اجرت پر مدینہ پہنچانے کا معاملہ طے ہو چکا تھا۔ دونوں حضرات نے اس کو امین بنا کر اپنی سواریاں ان کے حوالے کر دی اور اس سے وعدہ لیا کہ وہ تیسری رات کے بعد اُونٹنیاں لے کر علی الصبح غار ثور پر پہنچ جائے گا۔ چنانچہ پیر کی رات ربیع الاول 1ھ ہجری چاندرات تھی بمطابق 16 ستمبر 622ء عبداللہ بن اریقط سواریاں لے کر حاضر ہو گیا۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عامر بن فہیرہ کے ساتھ ساحل کے راستے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (بخاری)

عبداللہ بن اریقط آپ تینوں کو سب سے پہلے یمن کے رخ پر لے گیا اور جنوب کی سمت کافی دور تک چلا گیا پھر مغرب کی جانب مڑا اور ساحل سمندر کا رخ کیا پھر ایک ایسے راستے پر پہنچ کر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے شمال کی طرف مڑ گیا، یہ راستہ ساحلِ بحر احمر کے قریب تھا اس پر بہت کم لوگ سفر کرتے تھے۔

ابن اسحٰق نے ان مقامات کا تذکرہ کیا ہے جہاں جہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزر رہوا۔ وہ لکھتے ہیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا راہبر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو جنوب کی طرف لے گیا پھر ساحل کے ساتھ ساتھ جنوبی عسفان سے راستہ کاٹا پھر زیریں امج سے گزرتا ہوا آگے بڑھا اور قدید پار کرنے کے

بعد پھر راستہ کاٹا اور وہاں سے آگے بڑھتا ہوا خرار سے گزرا۔ پھر شنیۃ المرۃ سے پھر لقف سے پھر بیابانِ لقف سے گزرا۔ پھر مُجاح کے بیابانوں میں پہنچا۔ وہاں سے پھر کر مجاح کے موڑ پر سے گزرا پھر ذو الُغضوین کے موڑ کے نشیب میں چلا پھر ذی کشر کی وادی میں داخل ہوا، پھر جداجد کا رخ کیا، پھر اجرد پہنچا۔ اس کے بعد بیابانِ تعہن کے اطراف کی وادی ذو سلم سے گزرا۔ وہاں سے عبابید اور اس کے بعد فاجہ کا رخ پھر عرج میں اُترا۔ یہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قافلے کا ایک اُونٹ چلتے چلتے تھک گیا۔ وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص اوس بن حجر سے ایک اُونٹ لیا۔ اوس بن حجر نے اپنا ایک غلام بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کر دیا۔ یہاں سے پھر کوبہ کے داہنے ہاتھ شنیۃ العائر پہنچے اور پھر وادی رئم سے ہوتے ہوئے قباء پہنچ گئے۔

(ابن ہشام)

ایک اُونٹنی پر آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) سوار تھے۔ دوسری پر حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور اُن کے ساتھ ان کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے۔ عبداللہ بن اریقط اپنے اُونٹ پر بیٹھ کر راستہ بتانے کے لیے آگے آگے چلتا تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے خوب واقف تھے کیونکہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شام کی تجارت کے سلسلہ میں ان کے پاس سے اکثر گزرتے تھے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے لوگ اتنا واقف نہ تھے اس لئے راستہ میں جو شخص ملتا وہ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) سے پوچھتا کہ یہ کون ہیں جو تمہارے آگے آگے چل رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیتے کہ یہ شخص مجھے راستہ بتاتا ہے، اس سے یہ مراد لیتے کہ آخرت اور خیر کا راستہ بتاتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ ہم مکہ سے روانہ ہو کر ایک دن اور ایک رات مسلسل چلتے رہے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ بہت شدید ہوگئی تو میں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی کہ کہیں کوئی سایہ نظر آجائے تو وہاں تھوڑی دیر قیام کر لیا جائے اس وقت مجھے ایک جگہ چٹان کے نیچے کچھ سایہ نظر آیا۔ میں نے وہاں پہنچ کر سواری سے اتر کر زمین صاف کی رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اپنی چادر بچھادی اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تھوڑی دیر کے لئے سو جایئے اور میں آپ کی نگرانی کرتا رہوں گا۔

پھر اچانک مجھے وہاں ایک چرواہا نظر آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس لڑکے سے پوچھا کہ تو کس کا ملازم ہے۔ اس نے ایک شخص کا نام لیا جس کو میں جانتا تھا، میں نے کہا تیری بکریوں کے پاس دودھ ہے اس نے کہا! ہاں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ہمیں دودھ دے گا۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر اس نے بکریوں میں سے ایک بکری کو پکڑا اور میں نے اس سے کہا کہ اس کے تھن سے گرد و غبار صاف کرے۔ پھر اس نے اپنی ہتھیلی کو ایک دوسرے پر مار کر تھن صاف کئے اور مجھے دودھ دوھ کر دیا۔ میرے پاس رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ

وسلم) کے لئے ایک لوٹا تھا۔ جس کے منہ پر کپڑے کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا، پھر میں بچا ہوا پانی دودھ میں ڈالنے لگا یہاں تک کہ اس کے نیچے کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ میں دودھ لے کر آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچا۔ میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) بیدار ہوئے تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)! دودھ پی لیجئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دودھ پیا، یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا پھر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم)اور ہم روانہ ہوئے قریش مکہ کو ہمارے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا گزر سفر کے دوران قدید میں واقع ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے خیمہ پر ہوا یہ بہت شریف عقلمند توانا اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ یہ اپنے خیمہ کے دروازے پر بیٹھ کر آنے جانے والے مسافروں کو کھانا اور پانی دیا کرتی تھیں۔ یہاں پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ام معبد سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدنے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ قحط سالی کا زمانہ ہے اگر کچھ کھانے یا پینے کی چیز ہوتی تو میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے سے پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پیش کر دیتی۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دودھ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ بھی نہیں ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خیمہ کے کونے میں ایک دبلی پتلی سی بکری کو

کھڑے ہوئے دیکھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کیسی بکری ہے اس نے کہا کہ اسے کمزور ہونے کی وجہ سے ریوڑ میں نہیں بھیجا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس میں دودھ ہے ام معبد نے کہا بہت کمزور ہے دودھ دینے سے قاصر ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اگر اجازت ہو تو میں اس کا دودھ دوھ لوں، ام معبد نے کہا کہ اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو اس میں دودھ معلوم ہوتا ہے تو ضرور دودھ لیجئے پھر رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر بکری پر ہاتھ پھیرا اور بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ فرمایا اے اللہ! ام معبد کی اس بکری میں برکت فرما اس کے ساتھ ہی تھن دودھ سے بھر گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ام معبد سے دودھ کا برتن مانگا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دودھ دوھا تو دودھ کا برتن دودھ سے بھر گیا یہ دودھ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ام معبد اور اپنے ساتھیوں کو پلایا، پھر سب سے آخیر میں خود نوش فرمایا۔

فرمایا! قوم کو پلانے والا خود آخیر میں پیتا ہے۔ پھر دوسری بار دودھ دوھا اس بار پھر برتن بھر گیا۔ یہ دودھ ام معبد کے لئے چھوڑ دیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) روانہ ہوئے۔ کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر ابو معبد جنگل سے بکریاں چرا کر واپس آیا تو دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھ کر حیران ہو گیا اور حیرت سے پوچھا کہ گھر میں تو کوئی دودھ والی بکری نہیں تھی پھر یہ دودھ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک برکت والا شخص یہاں آیا تھا۔ یہ اسی کی برکت ہے، پھر اس نے تمام واقعہ اپنے شوہر سے بیان کیا۔ اس پر ابو معبد بولا یہ وہی شخص معلوم ہوتا ہے جسے قریش

تلاش کررہے ہیں، اچھا اس کا حال بیان کرو۔ میرا ارادہ ہے کہ اس کی رفاقت اختیار کروں اور اگر کوئی رستہ ملا تو ضرور اپنا کر رہوں گا۔

ام معبد نے بڑے دلکش انداز میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوصاف وکمالات کا ایسا نقشہ کھینچا کہ گویا سننے والا آپ ﷺ کو سامنے دیکھ رہا ہے۔

اس نے کہا! وہ خوبصورت اور روشن چہرے اور متناسب ساخت والے تھے، نہ پیٹ نکلا ہوا تھا اور نہ سر چھوٹا تھا۔ خوبصورت وحسین آنکھیں، کشادہ اور سیاہ آبرو، آواز میں لطافت، گردن لمبی، آنکھوں کی پتلیاں بالکل کالی اور ڈھیلے نہایت سفید، آنکھیں سرمگیں تھیں، بھویں لمبی اور باریک مگر ایک دوسرے سے ملی ہوئی، بال بالکل سیاہ تھے۔ خاموش رہیں تو پروقار نظر آئیں اور گفتگو کریں تو دل موہ لیں، دور سے دیکھنے پر لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور خوش نما نظر آئیں گئے۔ قریب سے ملاقات ہو تو سب سے زیادہ دلنشین محسوس ہوں۔ گفتگو شیریں اور واضح نہ کم سخن نہ بسیار گو۔

ان کی گفتگو پروئے ہوئے موتیوں کی مانند یعنی دلکش۔ میانہ قد جو آنکھوں کو نہ تو چھوٹے پن کی وجہ سے بُرا معلوم ہو اور نہ لمبے ہونے کی وجہ سے بدنما لگے۔ گویا دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہے جو خوش کن منظر پیش کرتی ہے، مرتبہ کے لحاظ سے ان میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان کے ساتھی ان کے گرد دائرہ باندھے ہوئے ہوں اور جب بولیں تو تمام لوگ پوری توجہ سے سنیں۔ اگر حکم دیں تو تعمیل کرنے میں سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ سب

کے مخدوم اور سب کے محبوب نہ ترش رو نہ تندخو۔

(زادالمعاد)

الفاظ کی ترتیب اور تھوڑے فرق سے یہ روایت سیرت ابن کثیرؒ، زرقانی اور عیون الاثر میں بھی ہے۔

پیر کا دن

حنش صنعانی حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی۔ آپ (ﷺ) کو منصب نبوت ورسالت بھی پیر کے دن سونپا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔ حجر اسود کو اپنی جگہ پر پیر کے دن نصب کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وحی آنے کے بعد پہلی نماز حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پیر کے روز پڑھی۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی پیر کے دن ہوئی۔ مدینہ منورہ کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تشریف آوری کا شرف بھی اسی دن ہوا۔ بارگاہ خداوندی سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا بلاوہ بھی اسی دن آیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے پیر کے دن وصال فرمایا۔

یہود کے مسلمانوں سے بغض کا نمونہ

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا یہودی جس کا نام شاش بن قیس تھا۔ مسلمانوں سے سخت حسد اور عداوت رکھتا تھا۔ ایک بار صحابہ کرام ؓ کی مجلس کے پاس سے گزرا۔ جس میں اوس اور خزرج دونوں قبیلہ کے لوگ بیٹھے دوستانہ ماحول میں آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر اس کے اندر حسد کی آگ بھڑک اٹھی کہ دونوں قبیلے اپنی جاہلیت کی باہمی عداوت ختم کر کے دوستانہ طریقے سے رہ رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے ایک یہودی نوجوان کو جو اس کے ساتھ تھا حکم دیا کہ اس مجلس میں جائے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر جنگ بعاث اور اس سے پہلے کے حالات کا ذکر کرے، اس سلسلہ میں دونوں جانب سے اشعار کہے گئے ہیں ان میں سے کچھ سنائے۔ اس یہودی نوجوان نے ایسا ہی کیا جس نے نتیجے میں اوس اور خزرج میں تو تو میں میں شروع ہوگئی۔ لوگ جھگڑنے لگے اور ایک دوسرے پر فخر جتلانے لگے یہاں تک کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر چاہو تو ہم اس جنگ کے لئے تیار ہیں۔ جو اس سے پہلے لڑی جا چکی ہیں اس پر دونوں فریقوں میں انتہائی کشیدگی ہوگئی اور دو سرے شخص نے کہا چلو ہم تیار ہیں۔ حرّہ میں مقابلہ ہوگا۔ ہتھیار۔۔۔۔ ہتھیار۔۔۔۔

یہ لوگ ہتھیار لے کر حرّہ کی طرف نکل پڑے قریب تھا کہ خون ریز جنگ چھڑ جاتی لیکن اس بات کی خبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہوگئی۔ آپ (صلی اللہ

علیہ وسلم) نے اپنے ساتھ مہاجرین صحابہؓ کو لے کر فوراً ان کے پاس پہنچے اور فرمایا!

اے مسلمانوں کی جماعت! اللہ اللہ کیا میرے رہتے ہوئے جاہلیت کی پکار! اور وہ بھی اس کے بعد کہ اللہ تمہیں اسلام کی دعوت سے سرفراز کر چکا اور اس کے ذریعہ تم سے جاہلیّت کا معاملہ کاٹ کر اور تمہیں کفر سے نجات دے کر تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ چکا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصیحت سن کر صحابہؓ کو احساس ہوا کہ ان کی حرکت شیطان کا جھٹکا اور دشمن کی ایک چال تھی۔ چنانچہ وہ رونے لگے۔ اوس اور خزرج ایک دوسرے کے ساتھ فرمانبردار بن کر اس حالت میں واپس آئے کہ اللہ نے ان کے دشمن شاش بن قیس کی عیاری کی لگائی ہوئی آگ بجھادی۔

(ابن ہشام)

یہود نے یہ ساری حرکتیں بدر سے پہلے سے شروع کر دی تھیں اور اس معاہدے کی خلاف ورزی شروع کر دی تھی اور صحابہ کرامؓ یہودیوں کے ایمان لانے کی امید پر صبر کرتے رہتے تھے اور اس کے علاوہ مسلمان یہ نہیں چاہتے تھے کہ علاقے کے اندر بدامنی اور انتشار کا ماحول ہو۔

حضرت رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال کا صدمہ

رمضان 2ھ ہجری ، 624ء

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ سے جنگ بدر کے لئے نکلے تو اس وقت آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ شدید بیمار تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ (ان کے شوہر) کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں رکنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ لیکن آپ ﷺ کی واپسی سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زید بن حارث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ منورہ غزوہ بدر کی فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا نائب بنا کر آئے تھے۔ جنگِ بدر کی فتح کی خبر 18 رمضان المبارک 2ھ ہجری کو مدینہ میں پہنچی۔

اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی اور عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اہلیہ حضرت سیدہ رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو قبر میں اتار کر مٹی برابر کی جاری رہی تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ ہی میں چھوڑ کر گئے تھے۔

انتقال کے وقت حضرت سیدہ رقیہؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی عمر مبارک اکیس (۲۱) سال تھی اور آپؓ جنت البقیع میں مدفن ہوئیں۔

سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا، خالہ زاد بھائی اور رضاعی بھائی تھے۔ آپ بہترین شہ سوار، شمشیرزن، اور تیرانداز تھے۔ آپ شکار کے بہت شوقین تھے۔

رسول اللہ (ﷺ) کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقع کفارِ مکہ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابوجہل کوہ صفا کے پاس رسول اللہ (ﷺ) کے قریب سے گزرا تو اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو برُا بھلا کہا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) خاموش رہے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک پتھر اٹھا کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے سر پر دے مارا جس سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو چوٹ آئی اور خون نکل آیا پھر وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔

عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہ صفا پر واقع اپنے مکان سے سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کمان حمائل شکار سے واپس آئے تو اس لونڈی نے ان سے ابوجہل کی ساری حرکت بیان کی، حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصے سے بھڑک اٹھے یہ قریش کے سب سے طاقتور اور مضبوط جوان تھے۔ سارا قصہ سننے کے بعد سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے اور ابوجہل کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

اوسرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تو نے میرے بھتیجے کو گالیاں دی ہیں اور مارا ہے حالانکہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ اس کے بعد کمان اس زور

سے اس کے سر پر ماری کہ بری طرح زخمی کر دیا۔ اس پر ابوجہل کے قبیلے بنومخزوم اور حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قبیلے بنو ہاشم کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے، لیکن ابوجہل نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کر دیا کہ ابوعمارہ کو جانے دو میں نے واقعی اس کے بھتیجے کے ساتھ زیادتی کی تھی۔

حضرت حمزہ ؓ ابوجہل کی خبر لینے کے بعد رسول اللہ (ﷺ) کے پاس پہنچے اور کہا! بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہوگے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا! چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں اگر آپ مسلمان ہوجائیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ یہ سن کر حضرت امیر حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمان ہونے والوں میں انتالیس نمبر (39) پر ہیں۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی کمزور جماعت کو ایک طاقت نصیب ہوگئی۔ اس وقت رسول اللہ (ﷺ) دارالارقم میں تشریف رکھتے تھے۔ کفارِ مکہ جو مسلمانوں اور رسول اللہ (ﷺ) کی شان میں گستاخیاں کرنے میں بہت بے باک ہوگئے تھے۔ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے سے کچھ محتاط ہوگئے۔

جنگ بدر میں حضرت امیر حمزہ ؓ اور حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے کفار کے دو بڑے سردار بھائی عتبہ اور شیبہ اوران کا باپ ولید کو جہنم رسید کیا تھا۔ ۳ھ میں غزوہ احد میں مشرکین مکہ نے غزوہ بدر میں شکست کا انتقام لینے کے لئے مدینہ منورہ

پر چڑھائی کر دی تھی جن کا مقابلہ احد میں ہوا۔

ایک غلام (وحشی) جس کو حضرت امیر حمزہؓ کو قتل کرنے کے لئے انعام کی لالچ دی گئی تھی اس کی نظریں حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا تعاقب کر رہی تھیں آخر اس نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اونٹ پر سوار لوگوں کے بیچ میں گھس کر ان کا صفایا کر رہے ہیں ان کے سامنے کوئی ٹک نہیں پا رہا تھا، وحشی ان کے قتل کی تیاری کر رہا تھا کبھی درخت اور کبھی پتھر کی اوٹ میں چھپ کر ان کے قریب آنے کا انتظار کر رہا تھا۔

وحشی نے دیکھا کہ حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سباح بن عبدالعزیٰ کو قتل کر رہے ہیں تو وحشی نے اپنا نیزہ تولا اور ان کی طرف اچھال دیا جوان کو لگا اور آر پار ہو گیا۔ انہوں نے وحشی کی طرف بڑھنا چاہا لیکن گر پڑے۔ وحشی ان کو دور سے دیکھتا رہا یہاں تک کے وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد وحشی قریب گیا اور اپنا نیزا نکال کر لشکر میں واپس چلا گیا اس کو ان کے سوا کسی سے کوئی سروکار نہ تھا، اس نے انہیں صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ آزاد ہو جاؤں گا، چنانچہ جب وہ مکہ آیا تو اس کو آزادی مل گئی۔

ہند (ابوسفیان کی بیوی، عتبہ کی بیٹی، شیبہ کی بھتیجی اور ولید کی بہن تھی) موقعہ پا کر حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی لاش کے پاس آئی اور ان کی ناک کان کاٹ دئے اور آنکھیں نکال دیں سینہ چاک کر کے جگر کاٹ کر نکالا اور اس کو دانتوں سے چبایا مگر نگل نہ سکی اگل دیا۔ اسی لئے جگر خور مشہور ہوئی۔

حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی والدہ حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ عبدالمطلب حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سگی بہن تھیں، جب وہ لاش دیکھنے آئیں تو حضرت زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان کو لاش دیکھنے سے روک دیا انہوں نے منع کیا تو حضرت صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے میں نوحہ کرنے نہیں آئی میں صبر کروں گی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کروں گی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر ان کو دیکھنے کی اجازت دے دی انہوں نے اپنے بھائی کی لاش اور ان کے جگر کے ٹکڑے زمین پر بکھرے ہوئے دیکھے پھر انہوں نے کہا!

"انا للّٰه وانا الیه راجعون"

حضرت زید بن حارثہ ؓ کی شہادت

رسول کریم ﷺ حضرت زید بن حارثہ ؓ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ حضرت زید ؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے شاہ بصریٰ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے ایک خط دے کر حضرت حارث بن عمیر ؓ کو بھیجا۔ حضرت حارث بن عمیر ؓ خط لے کر اردن کے مشرقی جانب موتہ کے مقام پر پہنچے تو امیر غسان شرجیل بن عمرو نے آپ ؓ کو گرفتار کر کے قتل کروا دیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ کو بے حد صدمہ ہوا۔ آپ ﷺ نے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر تیار کر کے موتہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ ؓ کو بنایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر زید ؓ شہید ہو جائیں تو لشکر کی قیادت جعفر بن ابو طالب ؓ کریں گے۔ اور اگر جعفر ؓ بھی شہید ہو جائیں تو لشکر کی قیادت عبداللہ بن رواحہ ؓ کریں گے اور اگر عبداللہ بن رواحہ ؓ بھی شہید ہو جائیں تو مجاہدین اسلام اپنے میں سے جسے بہتر سمجھیں اپنا قائد بنا لیں۔

لشکر اسلام اللہ تعالیٰ کا نام لے کر روانہ ہوا۔ اردن کے مشرقی جانب " معان " کے مقام پر پہنچا تو روم کا بادشاہ ایک لاکھ کی فوج لے کر میدان میں آ گیا۔ ان کے ساتھ مشرکین عرب میں سے ایک لاکھ افراد اور شامل ہو گئے۔ دو لاکھ کی فوج مسلمانوں کے مقابلہ پر آ گئی۔ مسلمانوں نے دو راتیں معان میں مسلسل

صلح مشورہ میں گزاریں اور جنگی نقطہ نظر سے منصوبہ بندی کی۔ کچھ مجاہدین کا خیال تھا کہ دشمن کی تعداد سے متعلق رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا جائے اور آپ ﷺ کے حکم کا انتظار کیا جائے۔ کچھ مجاہدین کا خیال تھا کہ ہم نے کبھی بھی تعداد کی بنیاد پر جنگ نہیں لڑی ہے، نہ قوت اور کثرت پر دشمنوں سے مقابلہ کیا ہے۔ ہم نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ اور دین کی سربلندی کے لئے جنگ کی ہے چاہے غازی ہوئے یا شہید۔

مقام " موتہ " پر دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں۔ مسلمانوں کا لشکر تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور ان کے مقابلہ میں رومیوں کی دو لاکھ کی فوج تھی۔ اس جنگ میں مسلمان ایسے لڑے کہ رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاگ بیٹھ گئی۔

رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ جھنڈے کی حفاظت کے لئے حضرت زید بن حارثہ ؓ نے بڑی جوانمردی اور دلیری سے جنگ کی اور دشمن کی تلواروں اور نیزوں سے شدید زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جھنڈا حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ نے اٹھالیا اور اس کی حفاظت کرتے رہے، یہاں تک ان کے بازو کٹ گئے اور انہوں نے بھی جام شہادت نوش کرلیا۔ ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ ؓ آگے بڑھے اور جھنڈا تھام کے اسے بلند کیا اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بھی اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد جھنڈا حضرت خالد بن ولید ؓ نے سنبھال لیا۔ آپ نئے

نئے اسلام میں حلقہ بگوش ہوئے تھے لیکن آپ ایک ماہر جنگجو تھے۔ آپ نے اپنے تجربہ کے مطابق ایسی جنگی تدبیر اختیار کی جس کی وجہ سے مسلمان شکست سے محفوظ ہوگئے اور انہوں نے باقی ماندہ لشکر کو دشمن کے شدید حملوں سے بچالیا۔

جب جنگ موتہ کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی اور لشکر اسلام کے تین سپہ سالاروں کی شہادت کا علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ اتنے غمگین ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ آپ خبر سنتے ہی فوراً تعزیت کے لئے ان کے اہل خانہ کے پاس گئے۔

(السیرۃ النبویہ۔ ابن ہشام)

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ وعبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت

حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ رسول اللہ کے چچازاد بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ سے بہت مشابہت بھی رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت جعفر ؓ اوران کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس ؓ بالکل شروع میں مسلمان ہوگئے تھے۔ آپ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے اس وقت رسول اللہ ﷺ دارالارقم میں سکونت پذیر نہیں ہوئے تھے۔ آپ کو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اسلام کی دعوت دی جسے آپ نے قبول کیا۔ ابتدائی دنوں میں جن مسلمانوں نے جن سخت مصائب کا سامنا کیا ان میں آپ ؓ بھی شامل تھے۔ ہجرت حبشہ کا حکم ملتے ہی آپ ؓ نے اپنی بیوی حضرت اسماء بن عمیس ؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر لی تھی۔ آپؓ نے نجاشی بادشاہ کے سامنے بڑی فصاحت اور بلاغت سے اسلام کا تعارف پیش کیا جس کی وجہ سے نجاشی بادشاہ بہت متاثر ہوا اوران کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ اوران کی اہلیہ چودھا سال تک حبشہ میں عزت، وقار، سکون واطمینان سے رہے، حبشہ میں آپ ؓ کے بیٹے عبداللہ بن جعفر ؓ کی پیدائش ہوئی۔

حضرت مصعب بن زبیر ؓ روایت کرتے ہیں کہ حبشہ کے حکمران نجاشی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس سے چند دن پہلے حضرت اسماء بن عمیس ؓ کے ہاں بیٹا عبداللہ بن جعفر پیدا ہو چکے تھے۔ بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابوطالب ؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے۔ انہوں نے کہا! عبداللہ۔

نجاشی نے بھی اپنے بیٹے کا نام عبداللہ رکھ لیا۔ حضرت اسماء ؓ نے اس بچہ کو گود لے لیا اور پوری مدت اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ اسے بھی دودھ پلایا۔ اس بنا پر حضرت اسماء ؓ کا ان کے ہاں بہت بلند مقام و مرتبہ ہو گیا تھا۔ حبشہ میں جو بھی مسلمان ہوتا وہ اس کی اطلاع حضرت اسماء ؓ کو ضرور دی جاتی تھی۔

(نسب قریش)

ے ہ ھ کوآپ ؓ نے حبشہ کو خیر آباد کہا اور دیگر مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے آ گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خیبر فتح کر کے لوٹ رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت جعفر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا! آج معلوم نہیں مجھے دونوں میں سے کس بات کی زیادہ خوشی ہے، خیبر کی فتح کی یا جعفر ؓ کے آنے کی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ منورہ آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے شام کی سرزمین کی طرف رومیوں سے لڑنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت زید بن حارثہ ؓ کو اس کا سپہ سالار بنایا اور فرمایا! اگر زید بن حارثہ ؓ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب ؓ کا امیر مقرر کرنا اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کو امیر بنا لینا اور اگر عبداللہ بن رواحہ ؓ بھی شہید ہو جائیں تو جسے چاہے امیر بنا لینا۔

جب یہ مسلمان " موتہ " نامی بستی میں پہنچے، یہ بستی شام کے بالائی علاقے اردن میں واقعہ تھی۔ مسلمانوں نے دیکھا کہ رومیوں کی ایک لاکھ فوج

وہاں پڑاؤ ڈالے بیٹھی ہے اور تقریباً ایک لاکھ عرب کے لوگ جن کا تعلق بنو لخم، جذام اور قضاعہ قبائل سے تھا عیسائیوں کی مدد کے لئے میدان میں موجود ہیں۔ مسلمانوں کا لشکر تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔

جب دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں تو جنگ شروع ہو گئی۔ گھمسان کی جنگ ہوئی، سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ ؓ دشمن پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے کفار کو تہ تیغ کر کے خود شہید ہو گئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لپک کر جھنڈا اٹھا لیا۔ اسے بلند رکھا۔ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھوڑے پر سوار تھے، دشمن نے آپؓ کے بازو پر اتنی زور سے وار کیا کہ بازو کٹ کر گر گیا۔ آپؓ نے جھنڈا دوسرے بازو میں لے لیا۔ دشمن نے دوسرے بازو پر بھی وار کر کے اسے کاٹ دیا تو آپؓ نے جھنڈا سینے سے لگا کر باقی بازوؤں سے سنبھال کر اونچا رکھا۔ یہاں تک کہ دشمن نے اتنی زور سے آپ پر وار کیا کہ آپ کے دو ٹکڑے ہو گئے اور آپ ؓ بھی شہید ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں بازوؤں کے بدلے میں جنت میں دو بازو (پَر) عطا کئے جس کے ذریعے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس لئے ان کا لقب جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور جعفر الجناحین پڑ گیا (طیار کے معنی اڑنے والا اور ذولجناحین کے معنی دو بازوؤں والا)۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جنگ موتہ کے روز حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جبکہ وہ

شہید ہو چکے تھے کھڑے ہو کر ان کے جسم پر تیرے اور تلوار کے پچاس زخم شمار کئے ان میں سے کوئی بھی زخم پیچھے نہیں لگا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر نوے زخم تھے۔

حضرت جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) علم تھام کر گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں اترے تھوڑی دیر تک دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے بالآخر آپ ؓ بھی شہید ہو گئے۔ اس موقع پر قبیلہ بنو عجلان کے ثابت بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نامی صحابی نے جھنڈا اٹھالیا اور فرمایا مسلمانوں اپنے کسی آدمی کو سپہ سالار بنالو۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ؓ ہی بن جائیں تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سپہ سالار منتخب کیا۔ یہ آپ ؓ کے اسلام لانے کے بعد پہلا موقعہ تھا کہ آپ ؓ مسلمانوں کی طرف سے جنگ لڑ رہے تھے۔ آپ ؓ نے جھنڈا اٹھانے کے بعد بھرپور طریقے سے دشمن پر حملہ کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جنگ موتہ کے موقعہ پر میری نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ پھر میرے پاس صرف ایک یمنی بانا (یعنی چھوٹی تلوار) رہ گئی۔ (صحیح بخاری)

مدینہ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جنگ موتہ کے دن جبکہ میدان سے کسی قسم کی اطلاع نہیں آئی تھی۔ وحی کے ذریعہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے

فرمایا! جھنڈا حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا اور شہید کر دئے گئے، پھر جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا وہ شہید کر دئے گئے، پھر حضرت ابن رواحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لیا وہ بھی شہید کر دئے گئے۔ اس دوران آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی انکھوں میں آنسو تھے۔ یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لے لیا اور ایسی جنگ لڑی کہ اللہ نے ان پر فتح دی۔ اس وقت سے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سیف اللہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

(صحیح بخاری)

لشکر روانہ ہونے کے چند دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ خیر کرے، کیا میں تمہیں لشکر کے بارے میں وہ خبر نہ بتاؤں جو مجھے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے۔

ہوا یہ کہ مجاہدین روانہ ہوئے، دشمن کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا۔ امیر لشکر زید بن حارثہؓ دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے حق میں مغفرت کی دعا کریں، تو لوگوں نے ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اس کے بعد لشکر اسلام کا جھنڈا جعفر بن ابی طالبؓ نے اٹھا لیا۔ وہ بھی دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ ان کے حق میں بھی مغفرت کی دعا کریں، تو لوگوں نے ان کے لئے بھی مغفرت کی دعا کی۔ اس کے بعد اسلام کا جھنڈا عبداللہ بن رواحہؓ نے تھام لیا۔ انہوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ بھی داد شجاعت دیتے ہوئے شہید

ہو گئے۔ ان کے حق میں بھی دعائے مغفرت کریں، لوگوں نے ان کے حق میں بھی دعائے مغفرت کی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس کے بعد لشکر اسلام کا جھنڈا خالد بن ولید ؓ نے تھام لیا اور وہ امیر بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کی دو انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائیں اور فرمایا!

﴿ اَللّٰهُمَّ هُوَ سَيفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ ﴾

الٰہی! وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

" فَانْتَصِرْبِهٖ "

تو اس کے ذریعہ اسلام کی مدد فرما

اس دن سے حضرت خالد بن ولید ؓ کا نام " سیف اللہ " مشہور ہو گیا۔ (مسند احمد، سنن نسائی)

حضرت اسماء بنت عمیس ؓ بیان کرتی ہیں کہ جب جعفر ؓ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔

میں چمڑے کی کھالوں کو رنگ چکی تھی، آٹا گوندھ لیا تھا، بچوں کو نہلا دھلا کر ان کے سروں پر تیل لگا چکی تھی اور انہیں صاف ستھرے کپڑے پہنا دئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جعفر ؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔

میں تمام بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئی تو آپ نے انہیں

پیار کیا۔ میں نے دیکھا کی آپ ﷺ کے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں گھبرا گئی۔ میں نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، خیر تو ہے۔ کیا آپ ﷺ کو جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر پہنچی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں! آج وہ سب شہید ہو گئے ہیں۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ یہ بات سنتے ہی میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میں آہ وزاری کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ میرے رونے کی آواز سن کر عورتیں میرے گھر میں اکٹھی ہونے لگیں۔

رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر گئے اور اہل خانہ کو ارشاد فرمایا! آج جعفرؓ کے گھر والوں کو فراموش نہ کرنا، ان کے لئے کھانا تیار کرو، وہ اپنے سربراہ کے غم میں مبتلا ہیں۔ (مسند احمد، سنن ابوداؤد)

بئر معونہ کا سانحہ

ابو براء عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (ﷺ) نے اس کو اسلام کی دعوت دی وہ مسلمان تو نہیں ہوا لیکن اس نے اسلام کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ کہنے لگا مجھے اپنی قوم کا خیال ہے اس نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ لوگوں کو میرے ساتھ کر دیں جو میرے ساتھ نجد چلیں اور وہاں میری قوم کو اسلام کی طرف بلائیں اور انہیں نصیحت کریں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے اندیشہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے اس نے کہا کہ آپ (ﷺ) اہل نجد کی طرف سے پریشان نہ ہوں یہ لوگ میری پناہ میں ہوں گے۔

آپ (ﷺ) نے حضرت منذر بن عمرو سامدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں ستر (70) صحابہؓ کی ایک جماعت روانہ فرمائی، یہ سب صحابہؓ قاری اور قرآن کے حافظ تھے۔ حضرت منذر بن عمرو (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وہ صحابی تھے جو دن میں لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے جن کو بیچ کر اہل صفہ کے لئے کھانے کا بندوبست کیا کرتے تھے۔ قرآن پڑھتے اور پڑھاتے تھے اور رات رات بھر خدا کے حضور نماز اور مناجات میں کھڑے رہتے تھے۔

جب یہ لوگ ارض بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان بئر معونہ کے کنویں پر پہنچے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط حضرت حرم بن ملجان کے ہاتھ عامر بن

طفیل کے پاس پہنچا۔ یہ عامر بن طفیل ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ اس نے خط پڑھا تک نہیں، ایک شخص کو اشارہ کیا اس نے حضرت حرام بن ملحان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پیچھے سے زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہو گیا۔ خون دیکھ کر حضرت حرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا

اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا اور شہید ہو گئے۔

اس کے بعد اپنی قوم بنو عامر کو آواز دی کہ ان مسلمانوں کو قتل کر دیں۔ انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر اس کی بات نہیں مانی تو اس نے مایوس ہو کر بنو سلیم کو آواز دی بنو سلیم کے تین قبیلہ عصیہ، رعل اور ذکوان آمادہ ہو گئے اور بغیر کسی جرم کے ان مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ان میں صرف حضرت کعب بن زید بن نجارؓ زخمی حالت میں زندہ بچے۔

دو اصحاب حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت منذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عقبہ بن عامر قریب ہی اونٹ چرا رہے تھے انہوں نے جائے واردات پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا تو وہ سیدھے وہاں پہنچے تو حضرت منذر بن عقبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی انہوں نے شہید کر دیا اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر لیا، جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو انہوں نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کی طرف سے جس نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی ان کو آزاد کر دیا۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس دردناک واقعہ کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔ رسول

اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام حالات بیان کیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح ظلم اور دھوکے سے صحابہ کرام شہید کرنے پر بے انتہا دکھ ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے ایک مہینے تک بد دعا میں قنوتِ نازلہ پڑھتے رہے۔ ایک ماہ کے اندر عامر بن طفیل طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر اور ابو براء عامر بن مالک ایک ہفتہ کے اندر مر گیا۔ یہ واقعہ 4 ھ ہجری، 625ء کو پیش آیا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کی جوان شہداء کی طرف سے خبر تھی کہ ہماری قوم کو یہ بتلا دو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا یہ قنوتِ نازلہ پڑھنا ترک کر دیا۔ (بخاری)

قنوتِ نازلہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ نِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَا فِنِیْ فِیْمَنْ عَا فَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ وَتَوَلَّیْتَ وَبَا رِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَا دَیْتَ تَبَا رَکْتَ رَبَّنَاوَتَعَالَیْتَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ اَللّٰھُمَ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْ مِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَا تِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْ بِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْ ھُمْ عَلٰی عَدُ وِّکَ وَعَدُ وِّھِمْ

اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنِ يَصُدُّ وْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِ بُّوْنَ
رُسُلَكَ وَيُقَا تِلُوْنِ اَوْلِيَآئَكَ ط اللّٰهُمَّ خَا لِفْ بَيْنَ كَلِمتِهِمْ
وَزَلْزِلْ اَقْدَا مَهُمْ وَ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَفَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَخَرِّبْ
بُيُوْتَهُمْ وَدَمِّرْ دِيَا رَهُمْ وَكَسِّرْ اَعْمَارَهُمْ وَقَرِّ بْ اٰجَا لَهُمْ
وَاَنْزَلْ بِهِمْ بَاْسَكَ الَّذِىْ لَا تَرُدُّ هٗ عَنِ الْقَوْ مِ الْمُجْرِمِيْنَ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِىْ نُحُوْرِهِمْ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُ رِ هِمْ
اَللّٰهُمَّ لا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّمْ يَرْ حَمْنَآ اللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَا مَ
وَالْمُسلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ انْصُرِالْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْ
عَسَا كِرَ الْمُسْلِمِيْنَ اللّٰهُمَّ انْصُرْ جَمَا عَةَ الْمُوَحِّدِ يْنَ وَا
خْذُلِ الْكَفَّا رَ وَالْمُشْرِكِيْنِ وَاَ هْلِكِ الْكُفَّا رَ وَالْمُشْرِ كِيْنَ
وَصَلِّ عَلَى النَّبِىِّ (ط)

رجیع کا سانحہ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کچھ آدمی آئے جن کا تعلق قبیلہ عضل اور قارہ (برادر بنو اسد) سے تھا انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ ہماری پوری قوم نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔ آپ (ﷺ) ہمارے ساتھ کچھ لوگ بھیج دیں جو دین سیکھا ئیں اور قرآن پڑھائیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ میں سے دس (10) افراد ان کے ساتھ روانہ کئے اور حضرت عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ثابت کو ان کا سربراہ بنایا۔ اس جماعت میں عاصم بن ثابتؓ، مرثد بن ابی مرثدؓ، عبداللہ بن طارقؓ، خبیب بن عدیؓ، زید بن دثنہؓ، خالد بن ابی بکیرؓ، معتب بن عبیدؓ شامل تھے۔

جب یہ لوگ رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے رجیع نامی چشمے پر پہنچے تو قارہ وعضل نے قبیلہ بنو ہذیل کی شاخ بنولحیان کے لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دیا تقریباً ایک سو تیر انداز ان کے پیچھے لگے گئے ۔ صحابہ کرامؓ نے ایک ٹیلے کے پیچھے پناہ لی۔ انہوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا ہم تو صرف تم کو آزما رہے تھے تم نیچے اتر آؤ ہم کسی کو قتل نہیں کریں گے لیکن حضرت عاصمؓ نے اترنے سے انکار کر دیا اور ان سے مقابلہ کرتے رہے بالاخر دو آدمیوں (حضرت خبیبؓ اور عبداللہ بن طارقؓ) کو انہوں نے گرفتار کر لیا اور باقی سب شہید ہو گئے ۔

یہ سانحہ صفر 4 ہجری، 625ء کو پیش آیا۔

حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ اسد کا انتقال

حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا شمار ان جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے جو امت مسلمہ کے لئے سرمایہ فخر و ناز ہیں۔ وہ سردار قریش ہاشم بن عبد المناف کی پوتی، حضرت عبد المطلب کی بھتیجی اور بہو، حضرت ابو طالب کی زوجہ، سرور کونین (ﷺ) کی چچی اور سمدھن، حضرت جعفر طیارؓ شہید موتہ اور شیرِ خدا حضرت علیؓ مرتضی کی والدہ اور خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بتول کی خوش دامن تھیں۔

حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے والد اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ہاشم حضرت عبد المطلب کے بھائی تھے حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی اولاد چار بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں لڑکوں میں طالب، عقیلؓ، جعفرؓ اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے اور لڑکیوں میں ام ہانی جن کا اصل نام ہند تھا، جمانہ اور ربطہ تھیں۔

حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ ابتدائی دور میں مسلمان ہو گئیں تھیں۔ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے ہر موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دیا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) شعبِ ابی طالب میں تین سال سخت حالات میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہیں۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جب اپنی چچی حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ اسد کی وفات کی خبر ملی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فوراً میت والے

گھر میں تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا۔

اے میری ماں! خدا آپؓ پر رحم کرے۔ آپؓ میری ماں کے بعد ماں تھیں۔ آپؓ خود بھوکی رہتی تھیں مگر مجھے کھلاتی تھیں، آپؓ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی لیکن مجھے پہناتی تھیں۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غمزدہ اہل خانہ کو اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائی اور ہدایت کی کہ انہیں میری قمیص کا کفن پہناؤ۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ (حبِ النبیؐ) اور حضرت ابوایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انصاری (میزبانِ رسولؐ) کو حکم دیا کہ جنت البقیع میں جا کر قبر کھودیں جب وہ قبر کا اوپر کا حصہ کھود چکے تو سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) خود نیچے اترے اور اپنے دست مبارک سے لحد کھودی اور خود ہی اس میں سے مٹی نکالی۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں لیٹ کر دعا مانگی۔ الٰہی میری ماں کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو وسیع کر دے۔ آپؓ کا انتقال 4ھ ہجری 626ء میں ہوا۔

یہ دعا مانگ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر سے باہر نکلے تو شدتِ غم سے ریش مبارک ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے انتقال پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتوں کو حضرت فاطمہ بنتِ اسد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

مدینہ سے ذلیل ترین آدمی کو نکالنے کی بات

شعبان 5ھ ہجری، 627ء میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوۂ بنی المصطلق سے فارغ ہو کر چشمہ مریسیع پر قیام فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ چشمہ پر پانی لینے لگے۔ ان میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ایک مزدور بھی تھا جس کا نام جہجاہ غفاری تھا پانی پر ایک شخص سنان جہنی سے اس کی دھکم دھکا ہو گئی اور دونوں لڑ پڑے۔ پھر جہنی نے پکارا!

"یا معشر الانصار" (اے انصار کے لوگوں مدد کو پہنچو)

اور جہجاہ نے آواز دی:

"یا معشر المهاجرین" (مہاجرین مدد کو آؤ)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خبر پاتے ہی وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا میں تمہارے اندر موجود ہوں اور جاہلیت کی پکار جاری ہے اسے چھوڑ دو۔ یہ بدبودار ہے۔

اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن ابی کو ہوئی تو وہ غصہ سے بھڑک اٹھا اور بولا کیا ان لوگوں نے ایسی حرکت کی ہے۔ یہ ہمارے علاقے میں آکر ہمارے ہی حریف اور مقابل ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم! ہماری اور ان کی وہی مثل صادق آئی ہے جو پہلوں نے کہی کہ اپنے کتّے کو پال پوس کر موٹا تازہ کرو تا کہ وہ تم کو پھاڑ کھائے۔ سنو خدا کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں کا معزز ترین شخص ذلیل ترین شخص کو نکال باہر کرے گا، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ یہ مصیبت تم نے

خود مول لی ہے۔ تم نے انہیں اپنے شہر میں اتارا ہے اور اپنے اموال بانٹ لئے ہیں، دیکھو تمہارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے وہ ان کو دینا بند کر دو تو یہ تمہارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔ اس وقت اس محفل میں ایک نوجوان صحابی حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی موجود تھے انہوں نے یہ بات اپنے چچا سے کہی تو ان کے چچا نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطلاع دی۔

اس وقت وہاں حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی موجود تھے انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا کہ حضرت عباد بن بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہئے کہ اس کو قتل کر دے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ کیسے مناسب رہے گا لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قافلہ کو چلنے کا حکم دیا لوگ چل پڑے تو حضرت اسید بن حضیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے وقت کوچ کا حکم دیا ہے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ تمہارے صاحب نے جو کچھ کیا ہے شاید تم کو اس کی خبر نہیں، انہوں نے دریافت کیا کہ اس نے کیا کیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس کا خیال ہے کہ وہ مدینہ واپس ہوا تو معزز ترین آدمی ذلیل ترین آدمی کو مدینہ سے نکال دے گا۔ انہوں نے کہا! اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں تو ہم اس کو مدینہ سے نکال دیں۔

خدا کی قسم! وہ ذلیل ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باعزت ہیں۔

پھر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم
)اس کے ساتھ نرمی برتیں کیونکہ بخدا! اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو
ہمارے پاس اس وقت لے کر آیا جب اس کی قوم اس کی تاج پوشی کے لئے مونگوں کا
تاج تیار کر رہی تھی۔ اس لئے اب وہ سمجھتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس
سے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔

مدینہ منورہ پہنچنے پر جب عبداللہ بن ابیٔ کو معلوم ہوا کہ اس کی کہی ہوئی
بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ گئی ہے تو وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی خدمت میں حاضر ہوا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ اس نے جو بات آپ (صلی اللہ علیہ
وسلم) کو بتائی ہے وہ میں نے نہیں کہی۔ وہاں جو انصار بیٹھے تھے انہوں نے بھی کہا
کہ حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابھی بچے ہیں ہوسکتا ہے ان کے سننے
میں کچھ غلط فہمی ہوگئی ہو اور انہیں ٹھیک سے یاد نہ رہا ہو۔ اس لئے اس (عبداللہ بن
ابیٔ) کی بات کو سچ مان لیا۔

جب حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس بات کا پتہ چلا تو
انہیں بہت دکھ ہوا اور وہ اس صدمہ میں زیادہ تر گھر میں رہنے لگے۔ یہاں تک کہ
اللہ تعالیٰ نے ان کی سچائی کیلئے قرآنی آیات نازل کیں۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ
اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ط وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ(۷)يَقُوْلُوْ نَ

لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (ع)(۸)

(سورۃ المنافقون:۸۔۷)

ترجمہ: یہی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ ادھر اُدھر ہو جائیں، اور آسمان وزمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا سنو! عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے۔ لیکن یہ منافق جانتے نہیں۔

حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بلوایا اور یہ آیات پڑھ کر سنائیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کردی۔ (بخاری)

اس منافق کے صاحبزادے جن کا نام بھی عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا اس کے برعکس تھے، نہایت نیک طبیعت اور اخیار صحابہ میں سے تھے انہوں نے اپنے باپ سے برأت اختیار کرلی اور تلوار سونت کر کھڑے ہوگئے کہ عبداللہ بن ابیؑ آئے گا تو اس کو آگے نہیں آنے دوں گا، جب تک اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وسلم) اجازت نہ دیں گے اور وہ یہ اقرار کرے گا کہ میں ذلیل ہوا اور اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عزت والے ہیں۔ ان کا باپ آیا تو انہوں نے آگے آنے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے اور اس کی سفارش کی۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبد اللہ بن ابی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے فرمائیے:

خدا کی قسم! میں اس کا سر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کردوں گا۔

(ابن ہشام)

واقعۂ اِفک

شعبان 5 ہجری، 627ء

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دستور تھا کہ جب بھی کسی سفر میں جاتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ نکالتے کہ کون ہمراہ جائیں گی۔ اس غزوہ بنی مصطلق میں قرعہ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے نام نکلا اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں ساتھ لے گئے، واپسی میں ایک جگہ پڑاؤ پڑا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی حاجت کے لئے گئیں اوران کا ہار جوانہوں نے اپنی بہن سے پہننے کے لئے لیا تھا وہ کہیں گر کرکھو گیا، جب ان کواحساس ہوا تو وہ فوراً اس جگہ گئیں جہاں وہ ہار کھو یا تھا۔ اس دوران وہ لوگ آئے جو خواتین کے ہودج اونٹ پر لادتے تھے انہوں نے سمجھا کہ آپؓ ہودج کے اندر ہیں تو انہوں نے وہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کیونکہ کم عمر دبلی پتلی تھیں، اس لئے ان لوگوں کو وزن کا بھی احساس نہ ہوا اور قافلہ کی روانگی کا حکم ہوگیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جب ہار ڈھونڈ کر واپس پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور میدان خالی ہے۔ اس خیال سے وہاں ہی بیٹھ گئیں کہ جب انہیں نہ پائیں گے تو واپس ڈھونڈنے آئیں گے۔ اس دوران حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی آنکھ لگ گئی حضرت صفوان بن معطل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی یہ ڈیوٹی تھی کہ جب قافلہ چلا جائے تو پیچھے رہ کر اگر کسی کی کوئی شے

رہ جائے وہ اس کو سنبھال لیں۔ انہوں نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دیکھا تو حیران ہو گئے، قریب آئے تو پہچان گئے اور فرمایا! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی اور کہا۔

﴿ انا للّٰہ و انا الیہ را جعو ن ﴾

اس آواز سے ان کی آنکھ کھل گئی۔ پردے کا حکم آنے سے پہلے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو دیکھ چکے تھے اس لئے پہچان گئے۔ حضرت صفوان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اونٹنی آپؓ کے قریب بٹھا دی اور حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اونٹنی پر سوار کر دیا۔

حضرت صفوانؓ نے " انا للّٰہ و انا الیہ را جعون " کے سوا کچھ نہ کہا اور نہ کچھ پوچھا، حضرت بی بی عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اونٹنی پر سوار کر کے نکیل پکڑ کر پیدل چلتے ہوئے قافلے سے آ کر مل گئے۔ یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا، قافلہ پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ انہیں اس کیفیت میں آتا دیکھ کر اللہ کے دشمن خبیث عبداللہ بن ابی ٗ کو بھڑاس نکالنے کا موقعہ مل گیا۔ اس کی چھپی ہوئی نفاق اور حسد کی شیطانی حسِ جاگ اٹھی۔ اس نے ام المومنین ؓ پر تہمت لگا دی اور اس کا خوب پروپگنڈا کیا اس کے ساتھی اس کا خوب ساتھ دیتے تھے اور کچھ کمزور ایمان والے بھی اس کی باتوں سے گمراہ ہو گئے۔

دوسری طرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بالکل خاموش تھے اور کچھ دن سے وحی بھی نہیں آ رہی تھی۔ مختلف لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مختلف

مشورے دینے لگے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بات کی اصلیت جاننے کے لئے اللہ کی طرف انتظار کرنے لگے۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منبر پر عبداللہ بن ابیؒ کی طرف سے اذیت سے نجات دلانے کی بات کی۔ حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن معاذ اور حضرت اسید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جبیر اس کو قتل کرنے کا مشورہ دینے لگے لیکن حضرت سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبادہ، ان کا بھی تعلق بنوخزرج سے تھا جس سے عبداللہ بن ابیؒ تعلق رکھتا تھا، انہوں نے اس بات کی حمایت نہیں کی۔

دوسری طرف حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) غزوہ سے واپس آتے ہی بیمار پڑ گئیں۔ ایک مہینے تک مسلسل بیمار رہیں۔ انہیں اس تہمت کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا، البتہ ایک بات کھٹکتی تھی کہ بیماری کی حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو لطف وعنایات ہوا کرتی تھیں وہ نظر نہیں آرہی تھیں۔ بیماری ختم ہوئی تو ایک دن ام مسطع (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئیں۔

اتفاق سے ام مسطع (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا پاؤں پھسل گیا۔ اس پر انہوں نے اپنے بیٹے کو بددعا دی۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اس بات پر ان کو ٹوکا تو انہوں نے یہ بتایا کہ ان کا بیٹا بھی ان پر تہمت لگانے والوں میں شریک ہے اور پھر تمام واقعہ بیان کیا۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اس بات کا صحیح پتہ لگانے کے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنے والدین

کے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دے دی، وہاں جا کر ساری صورت حال کے بارے میں علم ہوا تو بے اختیار رونے لگیں اور اسی طرح دو راتیں اور دو دن روتے ہوئے گزر گیا۔ ان کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ان کا کلیجہ پھٹ جائے گا، اسی حالت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے۔ کلمہ شہادت پر مبنی خطبہ پڑھا اور فرمایا!

تمہارے متعلق ایسی ایسی بات کا پتا لگا ہے۔ اگر تم اس سے بری ہو تو اللہ عنقریب تمہاری برأت ظاہر کر دے گا اور خدانخواستہ تم سے کوئی گناہ ہوا ہے تو اللہ سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرے اللہ کے حضور توبہ کا درخواست گزار ہوتا ہے تو اللہ توبہ قبول کرتا ہے۔

اس وقت حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے آنسو تھم گئے اور ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا انہوں نے اپنے والدین سے کہا کہ جواب دیں۔ لیکن ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا جواب دیں اس کے بعد خود ہی فرمایا! واللہ میں جانتی ہوں کہ جو بات سنتے سنتے آپ لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے سچ سمجھ لیا ہے، اس لئے اب اگر میں اس سے انکار کروں اور اللہ خوب جانتا ہے تو آپ لوگ میری بات سچ نہ سمجھیں گے اور اگر میں اس کا اعتراف کرلوں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپ لوگ صحیح مان لیں گے۔ ایسی صورت میں اللہ نے میرے لئے اور آپ لوگوں کے لئے وہی بات کی ہے جیسے حضرت یوسف علیہ سلام کے والد نے کہا تھا۔

فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ ؕ وَاللّٰهُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوۡنَ ○

(سورۃ یوسف۔18)

ترجمہ: پس صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بتائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) دوسری طرف جا کر لیٹ گئیں اور اسی وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی نازل ہونی شروع ہوگئی اور پھر وحی کی شدت و کیفیت ختم ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسکرا رہے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پہلی جو بات فرمائی کہ اے عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! اللہ نے تمہیں بری کر دیا، اس پر خوشی سے ان کی ماں بولیں کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اٹھو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شکر ادا کرو۔ انہوں نے اپنی پاکدامنی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پر اعتماد اور یقین کی وجہ سے ناز کے انداز سے کہا، واللہ میں تو ان کی طرف نہ اٹھوں گی اور صرف اللہ کی حمد کروں گی۔ اس موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی براءت میں جو قرآن کی آیات نازل ہوئیں وہ یہ ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إِنَّ الَّذِيۡنَ جَاۤءُوۡا بِالۡإِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّكُمۡ بَلۡ هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ لِكُلِّ امۡرِءٍ

مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ
مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ (11)لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ
ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْراً وَقَالُوا
هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ (12)لَوْلَا جَاؤُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ
شُهَدَاء فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاء فَأُوْلَئِكَ عِندَ اللَّهِ
هُمُ الْكَاذِبُونَ (13)وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ
فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (14)إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ
وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ
وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّناً وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ (15)وَلَوْلَا
إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَذَا
سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ (16)يَعِظُكُمُ اللَّهُ
أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَداً إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (17)
وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (18)
إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ
آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ

يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (19)وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ (20)

ترجمہ: شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

بے شک جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ بھی تم میں سے ایک گروہ ہے، تم اِس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ان میں سے ہر مرد کو اس کے عمل کے بقدر گناہ ہے اور ان میں سے جس نے اس میں بڑا حصہ لیا اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔ اس کو سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صریح بہتان ہے۔ وہ اس بہتان پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پھر جب وہ گواہ نہ لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا و آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو اس چرچا کرنے کی پاداش میں تم کو عذابِ عظیم آ پکڑتا۔ جب تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل رہے تھے اور اپنے منہ سے کہہ رہے تھے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔ اور تم نے ایسی بات کو سنتے ہی

کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ایسی بات کہیں، تو پاک ہے، یہ بہتان عظیم ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔ اور اللہ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے، اور اللہ بڑے علم، نہایت حکمت والا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے تو ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بڑا شفیق، نہایت مہربان ہے (تو تم بھی وعید سے نہ بچتے)۔
(سورۃ النور: ۲۰۔۱۰)

اس کے بعد تہمت لگانے کے جرم میں مسطح بن اثاثہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حسان بن ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حمنہ بنتِ جحش (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو اسی اسی کوڑے مارے گئے۔
(الرحیق المختوم)

مدینہ میں قحط

نماز استسقاء

6ھ رہجری، 627ء میں مدینہ منورہ میں شدید قسم کا قحط ہوا۔ لوگ اور جانور خشک سالی کی وجہ سے مرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کے ہمراہ بارش کی طلب کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں بلند آواز سے قرات فرمائی اور قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے تھے اور قبلہ رخ ہوتے وقت اپنی چادر پھیر دی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

حضرت امام شافعیؒ اور صاحبین (یعنی حضرت امام یوسفؒ اور امام محمدؒ) کے نزدیک استقاء کی نماز عید کی نماز کی طرح ہے اور حضرت امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ استقاء کی دو رکعت نماز پڑھی جائے اسی طرح جیسے دوسری نمازیں پڑھی جاتی ہے۔ (مظاہر حق)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا سخت قحط اس کا نام نہیں کہ تم پر بارش نہ ہو بلکہ سخت قحط یہ ہے کہ تم پر بارش ہو اور زمین کچھ نہ اگائے۔ (صحیح مسلم)

صلح حدیبیہ

ذو القعدہ 6ھ ہجری، 628ء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا خواب

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مدینہ میں رہتے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے صحابہ کرامؓ اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مکہ نہ جا سکے نہ حج عمرہ کر سکے۔ دلی خواہش ہونے کے باوجود حالات کی خرابی کی وجہ سے ممکن نہیں ہو رہا تھا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خواب دیکھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے خانہ کعبہ کی چابیاں لی ہیں اور صحابہؓ سمیت بیت اللہ کا طواف اور عمرہ کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر منڈوائے اور کچھ لوگوں نے بال کٹوائے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ کو خواب کی اطلاع دی کیونکہ یہ نبی ﷺ کا خواب تھا اس لئے سب کو بے حد مسرت ہوئی۔ انہوں نے یہ ہی سمجھا کہ اسی سال ہمیں یہ سعادت نصیب ہوگی تو صحابہ کرامؓ نے بھی عمرے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس خواب کی صداقت کی طرف اللہ نے بھی اشارہ فرمایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدۡ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوۡلَہُ الرُّءۡیَا بِالۡحَقِّ ج لَتَدۡخُلُنَّ الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ اٰمِنِیۡنَ لا مُحَلِّقِیۡنَ

رَءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ
فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ
فَتْحًا قَرِيْبًا ○(۲۷)
(سورۃ الفتح۔ ۲۷)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے (چین کے ساتھ) نڈر ہو کر۔ وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے۔ پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔

عمرہ کے لئے سفر کی تیاری اور روانگی

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں صحابہ کرامؓ بھی جوش وخروش سے عمرے کے لئے جانے کی تیاریاں کرنے لگے آس پاس کے قبائل میں بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کر دیا کہ جو ہمارے ساتھ عمرے کیلئے جانا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ آ سکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو محسوس ہو رہا تھا کہ یہ لوگ موت کے منہ میں جا رہے ہیں کیونکہ بظاہر حالت کچھ اسی طرح کے تھے لیکن صحابہ کرامؓ کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خواب پر پورا یقین تھا۔ اس لئے

آس پاس کے کم ہی لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آئے۔

حضرت محمد بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ابن سعد کا قول ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا اور حضرت ابو رھم کلثوم بن حصین کو مدینہ کی حفاظت کے لئے ان کا معاون مقرر کیا۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یکم ذوالقعدہ 6ھ ہجری پیر کے روز مدینہ سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے گھر کے اندر غسل فرمایا پھر دو کپڑے (چادر اور لنگی) پہنے اور دروازے کے پاس اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے جس کا نام قصویٰ تھا اور امہات المومینین رض میں سے حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھیں۔ آس پاس کے لوگ بھی قافلے میں ساتھ تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اسلحہ نہیں لیا تھا صرف اپنی حفاظت کی تلواریں ساتھ تھیں اور قربانی کے جانور تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہدی (ہدی۔ قربانی کے جانور کو کہتے ہیں) کو قلاوے پہنائے۔

اونٹوں کے کوہان چیر کر قربانی کے جانور کا مخصوص نشان لگایا۔ ذوالحلیفہ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ظہر کی نماز پڑھی۔ قافلے میں 14 سو اصحاب رض تھے جن میں دو سو گھوڑے بھی تھے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آگے ایک صحابی بسر بن سفیان رض کو قریش کی خبریں لینے کے لئے بھیج دیا اور

حضرت عباد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن بشیر کو بیس سواروں کے ساتھ ہراول دستہ کے طور پر آگے روانہ کیا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے عمرے کا احرام باندھ کر عمرے کی نیت کی اور دو رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ کی مسجد کے دروازے پر اونٹنی جو کہ قبلہ رخ تھی اس پر سوار ہوئے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) جنگ کے لئے نہیں بلکہ کعبہ کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بعد تمام صحابہ کرامؓ اور ام امومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے بھی عمرے کا حرام باندھ کر نیت کی۔ کچھ صحابہؓ نے جحفہ پہنچ کر احرام باندھا۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بیداء کے راستہ پر چلتے ہوئے قبائل بنوبکر، مزینہ، جہنیہ کی آبادیوں کے پاس سے گزر کر جحفہ پہنچے اور ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت اگر تم ان کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ (بحوالہ بخاری و مسلم)

قریش کا ردعمل

قریش والوں کو جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ارادوں کی اطلاع ملی تو وہ سخت پریشان ہو گئے کیونکہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لڑنے نہیں آ رہے تھے اور حرمت والے مہینوں میں آ رہے قریش کے لوگ ان کو روکنا

چاہتے تھے۔ لیکن عرب کا سالوں سے دستور تھا کہ نہ وہ عمرہ اور حج کرنے والوں کو روک سکتے ہیں نہ حرمت والے مہینوں میں کسی پر پابندی لگا سکتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں پر حملہ کرتے ہیں تو دوسرے تمام قبائل ہمارے دشمن ہو جائیں گے کیونکہ یہ روایت کے خلاف ہوگا۔ اور اگر محمد (ﷺ) اپنے تمام اصحابؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوتے ہیں اور عمرہ کرتے ہیں تو اس کو ان کی کمزوری سمجھا جائے گا اور ان کی انا بھی آڑے آرہی تھی۔

ادھر مسلمان جب عسفان پہنچے تو مسلمانوں کے مخبر نے خبر دی کے قبیلہ کعب بن لوی والوں نے حلیف قبائل کو جمع کر لیا ہے اور ہر حالت میں بیت اللہ جانے سے روکنا چاہتے ہیں اور انہوں نے مقام ذی طویٰ میں پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ دوسو نو جوان کا ایک دستہ خالد بن ولید (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی سربراہی میں کراغ الغمیم بھیج دیا ہے۔

خالد بن ولید نے ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں سے وہ مسلمانوں کو دیکھ سکتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ مسلمان نماز پڑھ رہے ہیں رکوع سجدے کر رہے ہیں۔ انہوں نے سوچا یہ بڑا اچھا موقع ہے سلمان غافل ہیں تھے ان پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن مسلمان نماز پڑھ چکے تھے اب انہوں نے سوچا کہ جب یہ عصر کی نماز پڑھیں گے تو ان پر غفلت کی حالت میں دھاوا بول دیں گے لیکن عصر کے وقت مسلمانوں نے صلوٰۃ الخوف پڑی جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

صلوٰۃ الخوف کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلاَةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُواْ أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُواْ فَلْيَكُونُواْ مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّواْ فَلْيُصَلُّواْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُواْ حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَى أَن تَضَعُواْ أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُواْ حِذْرَكُمْ إِنَّ اللّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَاباً مُّهِيناً (102)

(سورۃ النسآء ۔ ۱۰۲)

اور (اے پیغمبر!) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو ہٹ جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔ کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا۔

اللہ نے کافروں کیلئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔۱۰۲۔

رسول اللہ ﷺ کی ٹکراؤ سے بچنے کی کوشش

قریش نے مسلمانوں کے قافلے کی نقل وحمل پر نظر رکھنے کیلئے پہاڑوں پر دس جاسوس بیٹھا دیئے دور والا جب کچھ حرکت دیکھتا تو پکار کر دوسرے کو بتاتا وہ تیسرے کو اس طرح قریش تک خبر پہنچ جاتی تھی۔

(مظہری)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بسر بن سفیانؓ کی ذمہ داری خبریں معلوم کرنے کی لگائی تھیں وہ ان کی تمام خبریں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بتا رہے تھے، راستے میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ حضرت مسور بن مخرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور مروان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حدیبیہ میں تشریف لے جا رہے تھے تو رستہ میں ایک جگہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں کے ساتھ مقام غمیم میں ہیں اس لئے تم دائیں طرف چلو جو ثنیہ المرار پر نکلتا تھا تا کہ خالد کو نہ معلوم ہو سکے لیکن قافلہ کے چلنے کی وجہ سے گرد وغبار سے ان کو خبر ہوگئی انہوں نے فوراً قریش کو اطلاع کردی۔ (بخاری)

اونٹنی قصویٰ کا بیٹھ جانا

حضرت مسور سے مروی ہے کہ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس پہاڑ پر پہنچے جس کے اوپر ہو کر مکہ میں داخل ہو جاتے ہیں تو آپ ﷺ کی اونٹنی بگڑ گئی لیکن رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اونٹنی بگڑی نہیں ہے نہ اس کی یہ عادت ہے اس کو اس ذات نے روکا ہے جس نے ابرھہ کو روکا تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر قریش مجھ سے ایسی بات کا سوال کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی تعظیم ہو تو ان کی یہ بات میں منظور کرلوں گا۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اونٹنی کو ڈانٹا تو اونٹنی فوراً اچھل کر کھڑی ہوگئی اور رخ موڑ کر دوسری طرف چل دی اور حدیبیہ کے آخری کنارے پر پہنچ کر اقصائے حدیبیہ میں ایک چشمہ پر تھوڑا سا پانی تھا وہ اس نے پیا۔ اس جگہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے قیام کیا۔ (بخاری)

چشمے کا پانی بڑھ جانا

جس چشمے پر اونٹی نے پانی پیا تھا اس میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ صحابہ کرامؓ تھوڑا تھوڑا سا پی رہے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے پیاس کی شکایت کی، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو گڑھے کے پانی میں گاڑ دو۔ اسی وقت پانی

نے جوش مارا اور سب لوگوں نے خوب سیراب ہو کر پیا۔

(بخاری)

بدیل بن ورقاء سے رابطہ

بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلہ خزاعہ کے چند افراد کے ساتھ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اہل تہامہ میں یہی قبیلہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے خیر خواہوں میں تھا۔ بدیل نے کہا کہ کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو میں نے حدیبیہ کے چشموں پر دیکھا ہے۔ وہ اونٹنیوں کے ساتھ ہیں اور لمبے عرصے تک ٹھرنے کے ارادے سے آئے ہیں اور وہ لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بیت اللہ جانے سے روکنے اور جنگ کے ارادے سے آئے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم عمرہ کرنے کے ارادے سے آئے ہیں جنگ کرنے نہیں آئے۔ مسلسل جنگ کی حالت میں رہنے سے قریش کمزور ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت نقصان بھی اٹھایا تھا۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان سے ایک مدت تک کیلئے معاہدہ کر سکتا ہوں کہ وہ میرے اور دوسرے عرب قبائل کے درمیان سے ہٹ جائیں اگر میں غالب آ جاؤں تو ان کو اختیار ہو گا کہ اسلام قبول کر لیں اور اگر میں ناکام ہو گیا تو ان کی مراد ویسے ہی پوری ہو جائے گی۔ اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں یہ دین کا کام کرتا رہوں گا۔ یہاں تک

کہ اکیلا رہ جاؤں اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور نافذ کر کے رہے گا۔

آپ ﷺ کی گفتگو سن کر بذیل نے کہا کہ میں یہ باتیں قریش کو پہنچا دوں گا۔ چنانچہ اس نے قریش سے کہا کہ ہم لوگ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے آرہے ہیں۔ ہم نے ان سے کچھ گفتگو سنی ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ ان کے بے وقوف نوجوانوں نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں مگر ان کے جو سمجھدار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ ہاں بیان کرو۔ انہوں نے کیا گفتگو کی تو بدیل نے وہ تمام باتیں ان لوگوں کو بتا دی جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے سامنے کی تھی۔

(بخاری)

بدیل کی باتیں سن کر بنو کنانہ کے حلیس بن علقمہ نامی شخص نے کہا کہ میں جا کر معاملہ کی حقیقت معلوم کر کے آتا ہوں، رسول اللہ (ﷺ) نے اس کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ یہ قربانی کے جانور (ہَدی) کا بہت احترام کرتا ہے، اپنے جانور کھڑے کر دو۔ جب وہ قریب آیا اور ہدی کے جانور دیکھے تو بولا سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکنا چاہیے اور واپس اپنے لوگوں میں گیا اور کہا کہ میں نے ہدی کے جانور دیکھے ہیں جن کے گلوں میں قلاوے ہیں اور ان کے کوہان چیرے ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ کسی طرح سے مناسب نہیں کہ ان لوگوں کو بیت اللہ آنے سے روکا جائے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس کی گفتگو کو پسند نہیں کیا۔ اس پر عروہ بن مسعود نے

کھڑے ہو کر کہا کہ ایک آدمی نے اچھی تجویز دی ہے اسے قبول کرلو۔ لوگوں نے عروہ بن مسعود سے کہا کہ تم جا کر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بات کرو۔

عروہ بن مسعود کی گفتگو

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں عروہ بن مسعود آئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے وہی گفتگو کی جو بدیل سے کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنی ہی قوم کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور کیا آپ ﷺ سے پہلے کسی عرب نے اس طرح کیا ہے اور اگر دوسری صورت پیش آئی تو میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ جس پر حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) غصہ میں آگئے اور سخت الفاظ ادا کئے۔ اس پر عروہ نے کہا کہ ان کے میرے اوپر احسان ہیں ورنہ میں ان کی بات کا جواب دیتا۔

حضرت مسور بن مخرمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ عروہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرنے لگا اور گفتگو کے درمیان وہ بار بار رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کھڑے تھے ان کے پاس تلوار تھی سر پر خود تھا جب عروہ داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا تو ان

کا ہاتھ تلوار پر جاتا پھر انہوں نے غصہ سے عروہ کو بولا کہ ہاتھ پیچھے رکھ کر بات کرو۔ کسی مشرک کو زیب نہیں دیتا کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو مَس کرے عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں، عروہ کی ان سے پہلے سے رنجش تھی۔

حضرت مسور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ عروہ اپنی آنکھ سے صحابہ کرامؓ کی حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عقیدت دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے دیکھا کہ رسول اللہ (ﷺ) تھوکتے ہیں تو وہ بھی صحابہؓ میں سے کوئی اپنے ہاتھوں میں لے کر چہرے پر مل لیتا ہے۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ بلا تامل فوراً اس کو کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے وضو کا پانی گرنے سے پہلے صحابہؓ اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں آپ (ﷺ) کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

پھر عروہ جب اپنے لوگوں میں گیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا کی قسم! میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں قیصر وکسری اور نجاشی کے دربار میں نے دیکھے ہیں لیکن عقیدت، محبت، تعظیم اور اطاعت کا جو منظر میں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ہاں دیکھا وہ اور کہیں نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ایک اچھی تجویز دی ہے اسے قبول کرلو۔ (بخاری)

حضرت عثمان غنیؓ کی پیغام رسانی

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قریش مکہ کی طرف پیغام دے کر روانہ کیا اور ان کو کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے صرف عمرہ کرنے آئے ہیں اور کہا کہ ان کو اسلام کی دعوت دو اور وہاں کے موجود مسلمانوں کو یہ خوشخبری بھی سنا دو کہ عنقریب اللہ کا دین مکہ میں غالب آئے گا اور یہاں پر ایمان پوشیدہ رکھنے کی ضرورت نہ رہے گی اور نہ چھپ کر رہنا ہوگا۔ (ابن ہشام)

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مقام بلاح میں ان لوگوں کے پاس پہنچے جو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ بلاح والوں نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! مجھے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے بھیجا ہے کہ تمہیں اسلام کی دعوت دوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤں اور تم سب اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو جاؤ کیونکہ یہ دین ضرور غالب ہو کر رہے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور عزت عطا فرمائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) لڑنے نہیں آئے ہیں عمرہ کرنے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ قربانی کے جانور ہیں جن کے گردنوں میں قلاوے پڑے ہوئے ہیں اور قربانی کے بعد وہ واپس چلے جائیں گے۔

یہ سن کے انہوں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا ہم نے سن لیا لیکن ہم ان کو ایسا کرنے نہیں دیں گے۔ ان کی یہ بات سن کر حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ کی طرف جانے لگے تو ابان بن سعید (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) نے ان کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ آپؓ میری حفاظت میں مکہ میں داخل ہوں۔ وہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ان کی اونٹنی پر بیٹھ گئے۔

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مکہ جا کر تمام سرداروں سے بات کی لیکن کوئی بھی رسول اللہ (ﷺ) کے مکہ میں داخلے کے حق میں نہیں تھا پھر حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمان مردوں اور عورتوں کے پاس گئے اور ان کو مکہ میں اسلام کے غلبہ کی بشارت سنائی۔ قریش نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ ہم آپؓ کو اجازت دیتے ہیں کہ اگر آپؓ چاہیں تو طواف کر سکتے ہیں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ جب تک رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) طواف نہ کر لیں میں طواف نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ میں تین دن رہے۔

حضور اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اوس بن خولی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، عباد بن بشیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو رات کے پہرے پر مقرر کیا۔ یہ لوگ باری باری پہرہ دیتے تھے ایک رات جب حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مکہ میں تھے تو قریش نے پچاس آدمی مکرز بن حفص کی قیادت میں مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف بھیجے انہوں نے اردگرد چکر

لگائے کہ مسلمان غافل ہیں یا چوکنا ہیں۔ اس وقت حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے انہوں نے سب کو پکڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مکرز بن حفص کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ بدکار اور غدار ہے وہ سچ ثابت ہوا۔ قریش نے جب مکرز اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کی خبر سنی تو انہوں نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گرفتار کر لیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ اور بیعتِ رضوان

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خبر (افواہ) ملی کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مکہ والوں نے شہید کر دیا یہ سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں یہاں سے حرکت نہیں کروں گا پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کی خبر سن کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ سے جہاد کی بیعت لی اور یہ کوئی معمولی بیعت نہیں تھی، صحابہ کرامؓ بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے، اس بات پر کہ میدان چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔ جماعت نے موت پر بیعت کی کہ مر جائیں گے

میدان سے نہیں بھاگیں گے۔ سب سے پہلے ابو سنان بن اسدیؓ نے بیعت کی حضرت سلمہ بن اکوع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تین بار بیعت کی۔ اس بیعت میں مسلمانوں کی تعداد چودھا سو (1400) تھی۔ ان کے پاس کسی قسم کا جنگی سامان بھی نہ تھا پھر اپنے گھر بار سے ساڑھے تین سو میل دور تھے دوسری طرف مشرکین اپنے شہر اور گھروں میں تھے پوری طاقت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کر سکتے تھے۔ آس پاس کے قبائل کو بھی اپنا حلیف بنا کر اپنے ساتھ جنگ میں لا سکتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے جس اخلاص، ایمان اور اللہ کے راستہ میں جان کی بازی لگا دینے کی مثال پیش کی اس کا کوئی ثانی نہیں۔ تمام لوگوں نے بیعت کی سوائے ایک منافق کے جس کا نام جد بن قیس تھا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ بیعت حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے ہے۔ یہ بیعت جو ایک درخت کے نیچے ہوئی، حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا بازو تھامے ہوئے تھے۔ حضرت معقل بن یسار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے درخت کی ٹہنیاں پکڑ کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر سے ہٹا کر رکھی ہوئی تھیں، اس بیعت کا نام بیعتِ رضوان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا!

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُئو مِنِيْنَ اِذْ يُبَا يِعُوْنَكَ

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ
وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝
(سورۃ الفتح۔۱۹۔۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالی مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا۔ اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔ (۱۸) اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

بیعت مکمل ہونے کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحیح سلامت واپس پہنچ گئے۔ صحابہؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے طواف کر لیا اس پر حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ تم نے میرے بارے میں غلط گمان کیا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے ایک سال تک بھی موقع ملتا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حدیبیہ میں رکے رہتے تو میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھے طواف کرنے کو کہا مگر میں نے انکار کر دیا۔

(زاد المعاد)

قریش مکہ سے مذاکرات

قریش کو جب مسلمانوں کی بیعت کا علم ہوا تو انہیں معاملہ کی نزاکت کا احساس ہوا۔ انہوں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ حالات مزید خراب ہوں سہیل بن عمرو کو نمائندہ بنا کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے بات چیت کے لئے بھیجا جو نہایت سمجھدار فصیح و بلیغ تھا۔ اس سے تاکید کر دی تھی کہ صلح کی شرائط میں یہ بات لازمی طے کر لی جائے کہ اس سال آپ بغیر عمرہ کئے واپس چلے جائیں۔ قریش مکہ آس پاس کے قبائل کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتے تھے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحابؓ کو لے کر مکہ میں جبراً داخل ہوئے ہیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے سہیل بن عمرو کو آتا ہو دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں۔

پھر کافی دیر تک صلح کی شرائط پر گفتگو ہوتی رہی بالاخر چند شرائط کے ساتھ صلح کا معاملہ طے ہو گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر صلح نامہ لکھنے کیلئے کہا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھوانا چاہا اس پر اس نے اعتراض کیا کہ ''**باسمک اللّٰھم**'' لکھا جائے کیونکہ عربوں کا یہی پرانا دستور تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ٹھیک ہے باسمک اللّٰھم لکھ دو۔ اس کے بعد لکھوایا یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اتفاق کیا ہے۔ اس پر بھی سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم)

کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تسلیم کرتے تو خانہ کعبہ آنے سے کیوں روکتے اور نہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے قتال کرتے۔

سہیل بن عمرو نے کہا کہ آپ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ لکھوائیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! خدا کی قسم! بلا شبہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تم میری تکذیب کرتے ہو۔ پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا! محمد بن عبداللہ لکھیں اور لفظ رسول اللہ کو مٹا دیں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گوارہ نہ ہوا کہ اس لفظ کو مٹائیں اس لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جگہ پوچھ کر اس لفظ کو خود ہی مٹا دیا پھر اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوا دیا گیا۔

ایک شرط پر کہ تم ہمارے اور کعبہ کے درمیان راستہ خالی کر دو تا کہ ہم کعبہ کا طواف کر لیں۔ سہیل نے کہا کہ خدا کی قسم اس سال آپ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکتے کیونکہ عرب کہیں گے کہ ہم مجبور ہو گئے آئندہ سال آپ طواف کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہی بات لکھوا دی۔ سہیل نے ایک شرط یہ لکھوائی کہ اگر ہمارا کوئی آدمی آپ کے پاس جائے گا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اسے واپس کر دیں گے، چاہے وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر ہو۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے کہا وہ شخص کیسے مشرکین کے حوالے کیا جا سکتا ہے جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے۔ اسی دوران ابو جندلؓ جو سہیل بن عمرو کے بیٹے تھے زنجیروں میں جکڑے ہوئے مکہ کے نشیب سے نکل کر

آ گئے اور مسلمانوں کے سامنے گر گئے۔ سہیل نے کہا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ پہلی بات جس پر میں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے صلح کی ہے کہ آپ اس کو (یعنی ابو جندلؓ) کو مجھے واپس کر دیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم نے ابھی تحریر مکمل نہیں کی۔ سہیل نے کہا کہ خدا کی قسم پھر ہم کبھی بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے کسی بات پر مصالحت نہیں کریں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم اس کو میری ضمانت میں دے دو۔ اس نے کہا کہ میں اس کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی ضمانت میں نہیں دے سکتا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے دوبارہ کہا اور اس نے دوبارہ منع کر دیا۔

ابو جندلؓ نے کہا اے مسلمانوں! کیا مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا جبکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے کیا کیا تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ حقیقت میں انہوں نے اللہ کی راہ میں سخت تکالیف اٹھائی تھیں۔ آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ابو جندلؓ صبر کرو، اللہ تعالیٰ جلد تم لوگوں کے لئے سامان پیدا کرے گا۔

(ابن ہشام)

صلح حدیبیہ کی شرائط

(1) دس سال تک دونوں فریق میں جنگ بند رہے گی اس دوران کوئی ایک دوسرے کے خلاف نہ ہتھیار اٹھائے گا اور نہ

کوئی خیانت کرے گا۔

(2) مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ آئندہ سال آئیں گے اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہیں لائیں گے سوائے تلوار کے وہ بھی نیام یا غلاف میں ہو گی۔ صرف تین دن مکہ میں قیام کریں گے اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔

(3) قریش کا جو شخص اپنے ولی یا آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینہ جائے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا اگر چہ وہ مسلمان ہو کر آئے۔

(4) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس مکہ جائے گا اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(5) عرب قبائل کو اختیار ہو گا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو سکتے ہیں۔

(6) جو مسلمان پہلے سے مکہ میں مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے اور اگر مسلمان میں سے کوئی شخص مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو روکا نہ جائے گا۔

اس صلح نامہ پر مشرکین اور مسلمانوں کی طرف سے جن لوگوں

کے دستخط ہوئے ان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں۔

1۔ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

2۔ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

3۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

4۔ حضرت عبداللہ بن سہیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

5۔ حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

6۔ حضرت محمد بن مسلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

7۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہ (کاتب صلح نامہ)

8۔ مکرز بن حفص (کفار کی طرف سے)

(سیرت ابن کثیرؒ)

معاہدے پر حضرت عمرؓ کی بے چینی

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرام (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالی کے سچے نبی نہیں ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! بیشک میں اللہ کا سچا نبی ہوں۔ پھر میں نے عرض کی، کیا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! ہاں۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے پھر

عرض کیا کہ دین پر پھر ہمیں نہیں دبنا چاہیئے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! تحقیق: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا وہ میرا مددگار ہے پھر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بہت جلد بیت اللہ کا طواف کریں گے۔

آپ (ﷺ) نے فرمایا! ہاں کیوں نہیں۔ مگر کیا میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! نہیں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا! بیشک تم وہاں جاؤ گے اور بیت اللہ کا طواف کرو گے۔

(بخاری، مسلم)

حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں، پھر میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس گیا اور ان سے کہا۔ اے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ (رسول اللہ ﷺ) اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہاں۔ (یہ اللہ کے سچے نبی ہیں) پھر میں نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور دشمن باطل پر۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! ہاں۔ پھر میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں دبیں۔ حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! بے شک وہ اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلم) ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرسکتے اور وہی ان کا مددگار ہے، پس ان کا حکم مانو۔

خدا کی قسم! بلاشبہ وہ سچائی پر ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا وہ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ جا کر طواف کریں گے۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا! ہاں۔ مگر کیا انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ جاؤ گے۔ میں نے کہا! نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب دیا تو پھر تم یقیناً بیت اللہ جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنی اس حرکت کی تلافی کے لئے بہت سی عبادتیں بطور کفارہ ادا کیں۔ (شامی)

احرام کی پابندی سے نکلنے کیلئے قربانی اور حلق

حضرت مسور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ صلح نامہ سے فارغ ہو کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ اٹھو اور قربانی کرو اور سر کے بال منڈواؤ۔ پس خدا کی قسم! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی مگر ایک آدمی بھی نہ اٹھا۔ پھر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی بھی نہیں اٹھا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ام المومنین حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہا کہ میں نے ان لوگوں سے ایسا کرنے کو کہا مگر کسی نے نہیں کیا۔ اس پر حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ بات پسند کرتے ہیں تو باہر تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بات نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا

جانور ذبح کر کے سر مونڈ نے والے کو بلائیں تا کہ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا سر مونڈ دے۔ پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) باہر تشریف لائے اور بغیر کسی سے بات کیئے ہوئے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور سر مونڈ وایا۔ جب صحابہؓ نے یہ دیکھا تو سب اپنی اپنی قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے ۔ (بخاری)

حدیبیہ میں کچھ لوگوں نے بال مونڈ وائے اور کچھ لوگوں نے کٹوائے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مونڈ وانے والوں پر کہا اللہ کی رحمت ہو، تین بار مونڈ وانے والوں پر کہا کہ اللہ کی رحمت ہو پھر کہا کٹوانے والوں پر بھی۔

سورۃ الفتح کا نزول

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرامؓ جب واپس مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں جب ضجنان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے تقریبا پچیس (25) میل کے فاصلہ پر ہے تو سورۃ الفتح نازل ہوئی۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مقام کراغ الغمیم پر نازل ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کو جو کہ بہت ہی دل شکستہ واپسی کے سفر کو جا رہے تھے ان کو خوشخبری سنائی گئی کہ جس کو وہ شکست سمجھ رہے ہیں وہ دراصل فتح عظیم ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے وہ سورۃ تلاوت فرمائی اور خاص طور پر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سنائی۔ کیونکہ وہ سب سے

زیادہ رنجیدہ تھے۔ صحابہ کرام ؓ یہ سورۃ سن کران کے دل مطمئن ہو گئے۔ پھر جلد ہی صلح کے فائدے بھی سامنے آنے لگے۔ یہاں تک کے اس صلح کے فتح عظیم ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہا۔ (زادالمعاد)

صلح کے دور رس نتائج

اس معاہدے سے مسلمانوں کو باقاعدہ طور پر ایک سیاسی قوت کے طور پر تسلیم کرلیا گیا اور عرب قبائل کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کریں چاہے مسلمانوں کے ساتھ سب کے سب قبائل اس کو تسلیم کریں گے۔

دس سال تک جنگ نہ کرنے کے معاہدے کی وجہ سے مسلمانوں کو امن و سکون حاصل ہو گیا اور خطۂ عرب کے دوسرے علاقے میں اسلام کی نشر و اشاعت کا کام تیزی سے جاری ہو گیا اور صرف دو سالوں میں مسلمانوں کی تعداد چار گناہ سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔ صلح حدیبیہ میں جو تعداد چودھا سو تھی، فتح مکہ کے لشکر میں دس ہزار ہوگئی تھی۔ جنگ نہ کرنے کے معاہدے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو مدینہ میں اندرونی طور پر مضبوط کرنے کا موقع مل گیا اور اسلامی قوانین جاری کر دئے گئے۔ مسلمانوں کو عمرے کی اجازت دے کر قریش نے یہ تسلیم کرلیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے بلکہ وہ بھی عرب کے دوسرے لوگوں کی طرح مناسک حج و عمرہ کا حق رکھتے ہیں۔

اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو عرب کی دوسری قوتوں کو قابو میں کرنے کا

موقع مل گیا اور تبوک تک کی بستیوں کی اپنے زیر اثر کرلیا۔ ان فتوحات کی وجہ سے طاقت کا توازن بدل گیا اب مشرکین کمزور ہو گئے تھے اور مسلمان مسلسل طاقتور ہوتے جا رہے تھے۔

مکہ کے کمزور مسلمانوں کا مسئلہ

اس معاہدے سے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو تو سکون حاصل ہو گیا۔ لیکن مکہ کے مسلمان جو اذیتوں کے شکار تھے ان میں ایک صحابی جن کا نام ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا ان کا تعلق بنو ثقیف سے تھا جو کہ قریش کے حلیف تھے۔ مکہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ گئے۔ قریش والوں نے دو آدمی بھیجے اور کہا کہ اپنے عہد و پیمان کا خیال کر کے ان کو واپس ان کے حوالے کر دیں۔ لہٰذا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں ان کو لے کر ذوالحلیفہ پہنچے یہاں اتر کر وہ کھجوریں کھانے لگے۔ ابو بصیرؓ عتبہ بن اسد نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا: خدا کی قسم! مجھے تیری تلوار بہت عمدہ لگتی ہے، یہ سن کر اس نے اپنی تلوار میان سے نکال کر کہا کہ خدا کی قسم! یہ واقعی بہت عمدہ ہے اور میں نے اسے بار بار آزمایا ہے۔

حضرت ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ مجھے دو میں بھی تو دیکھوں کہ یہ کیسی ہے۔ اس آدمی نے وہ تلوار حضرت ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ) کے حوالے کر دی۔ حضرت ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس تلوار سے اسی شخص کو قتل کر دیا اور دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ آ گیا اور دوڑتا ہوا مسجد میں جا گھسا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اس شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص خوفزدہ لگتا ہے پھر جب وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم ! میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے۔ بلا شبہ میں بھی قتل کر دیا جاتا۔ اس کے بعد حضرت ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ گئے اور انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کی اے اللہ کے نبی ! خدا کی قسم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے واپس کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دی پھر اللہ نے مجھے ان سے نجات دلا دی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ! افسوس یہ تو لڑائی کی آگ ہے کاش کوئی اسے مکہ پہنچا دیتا۔ جب حضرت ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنی تو وہ سمجھ گئے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) پھر ان کو مشرکین کے حوالے کر دیں گے۔ وہ وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پہنچ گئے اور وہاں ہی ٹھہر گئے۔

ادھر حضرت ابو جندل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن سہیل بھی کفار سے چھٹکارا پا کر مدینہ آ رہے تھے کہ انہیں حضرت ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ بھی مدینہ جانے کے بجائے حضرت ابو بصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس چلے گئے۔ اس طرح مکہ کا جو مسلمان بھی وہاں سے چھٹکارا پاتا وہ اس گروپ سے آ کر مل جاتا۔ یہ لوگ قریش کے ان قافلوں کی تاک میں رہتے جو

شام جارہا ہوتا تھا تو یہ موقع پا کر ان کا مال لوٹ لیتے اور ان کے لوگوں کو قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ قریش اتنے تنگ ہوئے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وفد بھیجا کہ اگر مکہ سے کوئی آدمی بھاگ کر آئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اسے مدینہ میں رکھ لیں ہم اس شق سے دستبردار ہوتے ہیں۔

صاحبزادی رسول حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال

حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ذوالحجہ 8ھ ہجری، 630ء میں ہوا۔ حضرت ام ایمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور حضرت سودہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنت زمعہ اور حضرت ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے غسل دیا، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کفن کیلئے اپنی چادر عنایت فرمائی اور نماز جنازہ پڑھائی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر میں اترے اور حضرت ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ ان کو قبر میں اتارا۔ حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی دو اولادیں تھی، ایک لڑکا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور لڑکی حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھی۔

ابن عساکرؒ کے مطابق ان کے بیٹے نواسۂ رسول حضرت علی بن ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جنگ یرموک میں شہادت پائی۔ فتح مکہ کے وقت جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں داخل ہورہے تھے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اونٹنی پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نواسے حضرت علی بن ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سوار تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت امامہ بنت ابوالعاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ محبت تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم

) انہیں اپنے کندھے پر بٹھاتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہدیہ میں کچھ چیزیں آئیں جن میں ایک ہار بھی تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! یہ ہار میں اپنے اہل میں سب سے محبوب کو دونگا، پھر وہ ہار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو بلا کر اپنے ہاتھوں سے ان کے گلے میں ڈال دیا۔

حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے انتقال کے بعد حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے نکاح کیا۔ یہ 11 ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت کے بعد حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا نکاح مغیرہ بن نوفلؓ سے ہوا، ان سے ان کا ایک بیٹا ہوا جن کا نام یحییٰ تھا حضرت امامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضرت مغیرہؓ کے ہاں وفات پائی۔

(زرقانی/شامی) (اسد الغابہ ج ۵)

صاحبزادی رسول اللہ ﷺ حضرت اِم کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت اِم کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شعبان ۹ ھ ہجری، 631ء کو ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ عبدالمطلب اور حضرت اِم عطیہ رضی اللہ عنہا انصاریہ، لیلہ رضی اللہ عنہا بنتِ قائف اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر غسل دیا۔ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کیلئے اپنے چادر مبارک دی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے قبر میں اترے اور سیّدہ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔ بعض روایات میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا نام آتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت اِم کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتار گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

سیّدہ اِم کلثوم رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ تھی۔ سیّدہ اِم کلثوم رضی اللہ عنہا چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں۔ ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکہ بعد دیگرے میں ان کا نکاح عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کرتا۔ (طبقات ابن سعد ج۸ ص ۲۶،۲۵)

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ ؓ کا انتقال

ام المومنین حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ خزیمہ کے والد کا نام خزیمہ بن حارث ہلالی تھا۔ ام المومنین حضرت زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) بنتِ خزیمہ بعثت نبوی سے تیرا سال پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۵۹۵ء کو ہوئی۔ آپ ؓ رسول اللہ ﷺ کی پانچویں بیوی تھیں۔

آپ ؓ کا شجرہ نسب اس طرح ہے: زینب ؓ بنت خزیمہ بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عمار بن عامر صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن خنیس بن عیلان الہلالیہ۔

مشرکین مکہ نے جب اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھا تو وہ ظلم وتشدد پر اتر آئے۔ حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہؓ اور آپ ؓ کے شوہر حضرت عبیدہ بن حارثؓ پر بھی طرح طرح کے مصائب اور مشکلات آئیں۔ اسی دوران ہجرت کا حکم نازل ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور ہجرت کا حکم سنایا۔ شام کو جب حضرت عبیدہ بن حارث ؓ گھر لوٹے تو اپنی بیوی کو سارا ماجرہ سنایا۔ چنانچہ دونوں میں بیوی نے ہجرت کی تیاریاں شروع کر دیں بالآخر ایک دن سیدہ زینبؓ، آپ ؓ کے شوہر حضرت عبیدہ ؓ، ان کے دونوں بھائی حضرت طفیل ؓ اور حضرت حصین ؓ اور حضرت مسطع بن اثاثہ ؓ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس قافلہ کا استقبال حضرت عباد الرحمٰن بن سلمہ عجلانیؓ نے کیا۔ کچھ دنوں

کے بعد رسول اللہ ﷺ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور مہاجر و انصار کے درمیان مواخات قائم کی۔ حضرت عبیدہ بن حارث ؓ کو حضرت عمیر بن ہمام انصاری ؓ کا بھائی قرار دیا۔ حضرت عمیر ؓ نے حضرت عبیدہ ؓ اور ان کے خاندان کے لئے ایک مکان اور کافی ساری زمین وقف کر دی۔ مہاجر و انصار آپ کو "شیخ المہاجرین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ میں بھی حضرت سیدہ زینب ؓ حسب معمول غرباء اور مساکین پر بہت خرچ کرتی تھیں۔

غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ مدینہ منورہ سے تقریباً ۹۸ میل دور میدانِ بدر تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ کرام کے ساتھ جمعہ کی رات ۱۷ رمضان المبارک کو بدر کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ یہ اسلامی تاریخ کا حق و باطل کے درمیان پہلا باضابطہ معرکہ تھا۔ دونوں لشکروں میں صف آرائی ہونے کے بعد دشمنانِ اسلام کی طرف سے کفار مکہ کے سردار عتبہ، شیبہ اور ولید میدان میں اترے اور انفرادی لڑائی کے لئے آواز لگائی۔ جس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے اپنے تین جانثار اصحاب حضرت علی ؓ، حضرت حمزہ ؓ اور حضرت عبیدہ ؓ کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت علی ؓ اور حضرت حمزہ ؓ نے جلد ہی اپنے مدمقابل کو قتل کر کے ڈھیر کر دیا۔ جبکہ حضرت عبیدہ بن حارث ؓ اور ولید میں کافی دیر تک لڑائی ہوتی رہی اور دونوں ہی زخمی ہو گئے۔ حضرت علی ؓ اور حضرت نے آگے بڑھ کر ولید کو قتل کر دیا۔ اس معرکہ میں حضرت عبیدہ بن حارث ؓ کا ایک پاؤں زخمی ہو گیا تھا یہ زخم بڑا کاری تھا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد آپ لشکر اسلام کے ساتھ مدینہ کی طرف

واپس ہونے لگے تو مقامِ صفراء پر آپ شہید ہو گئے اور وہیں آپ کی تدفین کی گئی۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا تمام امہات المومنین میں سے سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھیں اس لئے آپ کا لقب ام المساکین تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح طفیل بن حرث سے ہوا۔ انہوں نے کچھ دن بعد آپ کو طلاق دے دی پھر ان کی شادی طفیل کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے ہوئی وہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ ان کے بعد آپ کا نکاح حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش سے ہوا۔ انہوں نے غزوہ احد شروع ہونے سے پہلے شہادت کی یہ دعا مانگی تھی۔

اے خالق کون ومکاں! مجھے ایسا مد مقابل عطا کر جو نہایت بہادر اور غضب ناک ہو۔ میں تیری راہ میں لڑتا ہوا اس کے ہاتھوں قتل کر دیا جاؤں اور وہ میرے ہونٹ، ناک اور کان کاٹ دے تا کہ جب میں تجھ سے ملاقات کروں اور تو مجھ سے پوچھے، عبداللہ! تیرے ہونٹ، ناک اور کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں، یا باری تعالیٰ! تیرے اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر۔

بارگاہ الٰہی میں ان کی دعا قبول ہوئی۔ ان کو شہادت کی سعادت نصیب ہوئی اور ان کی لاش کا مثلہ کیا گیا۔ (معارف الحدیث)

جنگ میں لڑتے لڑتے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار کے ٹکڑے ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کھجور کی ایک چھڑی عطا فرمائی جس سے انہوں نے تلوار کا کام لیا اور وہ چھڑی تلوار کی طرح کاٹتی تھی۔ آخر کار وہ غزوۂ احد میں ۳ھ میں شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن جحش ، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کی عدت گزرنے کے بعد رمضان المبارک 4ھ ہجری بمطابق 625ء میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود آپؓ سے نکاح کرلیا۔ آپؓ کا مہر پانسو درہم مقرر ہوا۔ آپؓ صرف تین ماہ حیات رہیں اور آپؓ کا ربیع الاول ۴ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی، آپؓ واحد زوجہ ہیں جن کی جنازہ کی نماز رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی۔ آپؓ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک تیس (30) سال تھی۔ (زرقانی)

آپ نہایت سخی اور کشادہ دست تھیں۔ ہر وقت فقیروں اور مسکینوں کی مدد کے لئے تیار رہتی تھیں۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے ان کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کیا۔ باقی تمام ازواج مطہرات کی وفات آپ ﷺ کے بعد ہوئی تھی۔

ام المومنین حضرت میمونہؓ ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ کی ماں کی طرف سے سگی بہن تھیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے بعد شادی کی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ کا انتقال

آپ کا نام زینب اور کنیت ام رومانؓ تھی۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن ہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔ آپ کی ولادت تہامہ (سعودی عرب) میں ہوئی۔

آپؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زوجہ اور رسول کریم ﷺ کی ساس تھیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو کنانہ کے خاندان فراس سے تھا۔ آپؓ کے بطن سے آپؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ اور صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت ام رومانؓ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہو گئیں تھیں۔ آپؓ کے پہلے شوہر کا نام عبداللہ بن حارث بن سخبرہ تھا جن سے ایک بیٹا طفیل تھا۔ عبداللہ بن حارث کا خاندان سداۃ نامی مقام پر رہائش پذیر تھا پھر اس خاندان نے مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کر لی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق کسی باہر کے شخص کو مکہ میں رہنے کے لئے مکہ مکرمہ کے کسی بڑے آدمی کو حلیف بنانا ہوتا تھا۔ اس لئے عبداللہ بن حارث نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنا کفیل بنالیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب عبداللہ کا مکہ میں انتقال ہو گیا تو ان کے بعد ام رومانؓ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شادی کر لی۔

عرب کا رواج تھا کہ کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو اس بیوہ کی جلد از جلد شادی کرتے تھے تا کہ اس کو سہارا مل جائے۔ حضرت ام رومانؓ بہت نیک اور

پارسا خاتون تھیں۔ آپ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔

(طبقات ابن سعد: ۶/ ۲۱۱، ۲۱۲)

ام رومان ؓ اپنے بیٹے طفیل کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کے گھر میں امن، سکھ وچین اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہیں تھیں۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ گھر تشریف لائے اور ام رومان ؓ سے بتایا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس دعوت وتبلیغ کے کام میں میں رسول اللہ ﷺ کا مددگار بننا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دعوت کا کام اپنے قریبی عزیز واقارب سے شروع کروں کیونکہ ان کو سمجھانا آسان ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ام رومان ؓ کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے فوراً قبول کر لی۔ حضرت ابو بکر ؓ بے انتہا خوش ہوئے اور ان سے فرمایا کہ ابھی اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھنا جب تک کہ اللہ تعالیٰ حالات سازگار نہ کر دے۔ حضرت ابو بکر ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ام رومان ؓ کے اسلام قبول کرنے کا بتایا تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔

شعبان ۶ ھ میں افک کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت ام رومان ؓ کے لئے یہ نہایت مصیبت کا وقت تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر اپنے میکہ آئیں۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ بالاخانے میں تھے اور حضرت ام رومان ؓ نیچے بیٹھی ہوئیں تھیں۔ پوچھا کیسے آئیں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام رومان ؓ بولیں! بیٹا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جو عورتیں اپنے خاوند کو

زیادہ محبوب ہوتی ہیں تو لوگ ان سے حسد کرنے لگتے ہیں اور ان پر الزام تراشیاں کرتے ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو اس بات سے تسلی نہیں ہوئی اور وہ رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ان کے رونے کی آواز سے پریشان ہو گئے اور نیچے اتر کر آئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو اس صدمہ کی وجہ سے بخار آ گیا تھا۔ حضرت ام رومان ؓ نے ان کو اپنی گود میں لٹا لیا۔ عصر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا! اگر واقعی تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے اپنے والدین سے کہا کہ آپ لوگ ان کی بات کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم کیا جواب دے سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے خود ہی جواب دیا۔ اس دوران رسولِ کریم ﷺ پر وحی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی صاف طور پر برأت نازل ہوئی۔ حضرت ام رومان ؓ نے اپنے بیٹی سے کہا کہ اٹھ کر رسول اللہ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔ اس پر آپ ؓ نے فرمایا کہ میں صرف اللہ کا شکر ادا کروں گی۔

اسی سال کے آخیر میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اصحابِ صفہ میں سے تین اصحاب کو گھر پر مہمان کے طور پر لائے۔ گھر والوں سے کہا کہ ان کو کھانا کھلاؤ میں ایک کام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا رہا ہوں۔ ان کے آنے میں دیر ہوگئی۔ مہمانوں نے کہا کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ جب حضرت ابوبکر گھر تشریف لائے اور انہیں معلوم ہوا

کہ مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا تو وہ حضرت ام رومان ؓ پر ناراض ہوئے۔ حضرت ام رومان ؓ نے مہمانوں کے نہ کھانے کی وجہ بتلا دی۔ اس کے بعد مہمانوں نے کھانا کھایا اور اس میں اتنی برکت ہوئی کہ کھانا بالکل کم نہیں ہوا۔ آپ نے وہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں کے لئے بھجوا دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ام رومان ؓ سے پوچھا کہ کتنا کھانا باقی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ جتنا پکایا تھا اس سے تین گنا زیادہ اب بھی موجود ہے۔

سیدہ ام رومان ؓ اپنے خاوند کی بہترین معاون ثابت ہوئیں اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ اپنی بیوی کے لئے بہترین رفیق حیات ثابت ہوئے۔ ان دونوں سے بڑھ کر سعادت مند کون ہوسکتا ہے جن کے گھر سرور کائنات ﷺ اکثر تشریف لے جاتے تھے اور آپ ؓ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ کے گھر اللہ کا فرشتہ وحی لے کر آیا۔ یہ وحی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی برأت کے لئے سورۃ نور کی آیت ۱۰ تا ۲۰ تھیں۔

ہجرت کے سفر میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو رسول کریم ﷺ کی رفاقت کا عظیم الشان شرف حاصل ہوا۔ مکہ سے چلتے وقت انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو اللہ کے بھروسے پر دشمنوں کے درمیان چھوڑ دیا تھا۔ جب مدینہ پہنچ کے کچھ اطمینان ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ؓ اور حضرت ابو رافع ؓ کو اپنے اہل وعیال لانے کے لئے مکہ بھیجا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ان کے ہمراہ عبد اللہ بن اریقط کو اپنے

صاحبزادے حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کے نام خط دے کر بھیجا کہ وہ بھی حضرت ام رومانؓ، حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ کو لے کر مدینہ منورہ آ جائیں۔ چنانچہ حضرت ام رومانؓ، حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں! امام ابن سعدؒ کی یہ بات کہ ام رومانؓ کی وفات ۶ھ میں ہوئی تھی صحیح نہیں ہے کیونکہ سیّدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آیت تخییر (سورۃ التحریم: ۲۔۱) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے ابتدا کی تھی اور کہا تھا کہ اس مسئلہ میں جلدی نہ کرنا اپنے والدین ابوبکرؓ اور والدہ ام رومانؓ پر معاملہ پیش کرنا اور ان کی رائے سے فیصلہ کرنا۔

(مسند احمد: ۲۱۱/۶، ۲۱۲ حدیث ۲۵۸۶۴ واسناد حسن لذاتہ)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ واقعہ تخییر 9ھ میں پیش آیا تھا۔

(الاصابۃ: ۲۶۹/۴)

حضرت ام رومانؓ کی انتقال ذوالحجہ ۹ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضور اکرم ﷺ حضرت ام رومانؓ کے انتقال کی خبر سن کر بہت رنجیدہ ہوئے۔ آپ ﷺ ان کے جنازے میں گئے اور ان کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔ آپؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام رومانؓ کے بارے میں فرمایا! جس کو جنت کی حوروں میں سے کسی عورت کو دیکھنا ہے وہ ام رومانؓ کو دیکھ لے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے آپ ؓ کو لحد میں اتارنے کے بعد دعا فرماتے ہوئے کہا! اے اللہ! ام رومان ؓ نے تیرے لئے اور تیرے رسول (ﷺ) کے لئے جو تکلیفیں برداشت کی ہیں وہ تجھ سے پوشیدہ نہیں۔

(طبقات ابن سعد: ۶/ ۲۱۱، ۲۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے

ذوالحجہ ۹ ھ ہجری، 631ء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے تھے جس کی وجہ سے پہلو اور پنڈلی میں چوٹیں آئیں۔ اس تکلیف کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے کچھ دن گھر میں گزارے۔

رسول اللہ ﷺ کا ازواجِ مطہرات سے ایلاء و تخییر کرنا

۹ ہجری، 631ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دنیاوی لذّات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ دو دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی، آئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے۔ ساری زندگی خوب پیٹ بھر کر کھانا کبھی نہیں کھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجِ مطہرات بھی اسی طرح کی زندگی گزارتی تھی، تاہم انسان ہونے کے ناطے سے کبھی کبھی اچھی چیزوں کی خواہش بھی ہو جاتی تھی۔ جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور بے شمار مالِ غنیمت حاصل ہونے لگا تو ان کے دل میں بھی خیال آیا کہ صبر قناعت کے زمانے میں برضا و رغبت صبر کیا اب کشادگی کے زمانے میں ہمیں بھی کچھ کشادگی حاصل ہو جائے اور ان کی یہ خواہش ناجائز بھی نہیں تھیں اور غیر فطری بھی نہیں تھی۔

دراصل ازواجِ مطہرات میں بڑے بڑے گھرانوں کی خاتون تھیں، حضرت امِ حبیبہؓ جو رئیس قریش حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی تھیں، حضرت جویریہؓ جو قبیلہ بنی المصطلق کے رئیس کی بیٹی تھیں، حضرت صفیہؓ کے والد خیبر کے رئیس اعظم تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں، حضرت حفصہؓ کے والد فاروق اعظم حضرت عمرؓ تھے اور ان تمام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی۔

ایک دفعہ کسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینبؓ کے پاس کہیں سے شہد آیا تھا وہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ اس کی وجہ سے دیر ہوگئی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رشک ہوا، انہوں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تمہارے گھر آئیں تو کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے مغافیر کی بُو آرہی ہے۔

(مغافیر ۔ ایک قسم کا پھول جس سے مکھیاں رس چوستی ہیں اوران میں سے ایک بُری سی بو آتی ہے جبکہ آپ ﷺ کو اس کی بو پسند نہ تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا۔

اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا۔

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ ج وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ج وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ☆

(سورۃ التحریم: ۲۔۱)

ترجمہ: اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی

رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی (پورے) علم والا، حکمت والا ہے۔

مغافیر کی بُو کا اظہار کرنا کوئی جھوٹ بات نہ تھی۔ تمام روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لطیف المزاج تھے اور ذرا سی بھی بُری مہک برداشت نہیں فرما سکتے تھے، مغافیر کے پھولوں میں اگر کسی قسم کی کرختگی ہو تو تعجب کی بات نہیں۔ البتہ ازواج مطہرات کا ایکا کرنا بظاہر اعتراض کا سبب ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کسی کا بھی عقیدہ نہیں ہے کہ ازواجِ مطہرات معصوم تھیں۔

اسی زمانے میں ایک اور بات یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہؓ سے فرمائی اور تاکید کر دی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کریں، وہ بات انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہہ دی۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ج فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ج فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ط قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ☆

ترجمہ: اور یاد کر جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ

بات کہی، پس جب انہوں نے اس بات کی خبر کر دی، اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا تو نبی نے تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی ٹال گئے۔ پھر جب نبی نے اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگیں آپ (ﷺ) کو یہ کس نے بتایا؟ نبی (ﷺ) نے فرمایا کہ اس کی خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلایا ہے۔

(سورۃ التحریم:۳)

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ وہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری۔

اسی دوران تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوٹیں آئیں تھی۔

چوتھی بات یہ تھی کہ تمام ازواجِ مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے نان ونفقہ بڑھانے کا مطالبہ کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکون کی خاطر اور ان مطالبات اور واقعات کی وجہ سے یہ عہد کیا کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات سے نہیں ملیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالا خانے میں تنہا رہنے کا فیصلہ کیا، واقعات کو دیکھتے ہوئے لوگ یہ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کو طلاق دے دی ہے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے ناراض ہوکر ایک ماہ کے لئے ایک بالا خانے میں علیحدہ ہو گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو شروع میں حقیقت حال معلوم نہ ہوسکی، وہ یہ سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو طلاق دے دی ہر طرف شدید غم رنج پھیل گیا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میرے پاس خبر آجاتی تھی جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں نہ ہوتا تھا، ان دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عوالی مدینہ میں تھے اور ہر وقت شاہِ غسان کا خطرہ لگا رہتا تھا کہ وہ حملہ کرنے والے ہیں، ایک روز اچانک ایک انصاری صحابی میرے گھر کا دروازہ پیٹنے لگے اور کہنے لگے دروازہ کھولو۔ میں نے کہا کیا غسانی آگئے۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے علیحدہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں فجر کی نماز سے فارغ ہوکر اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہیں، میں نے کہا کہ تم سے پہلے ہی کہا تھا، حضرت حفصہؓ کے پاس سے اٹھ کر پھر مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آیا تو دیکھا کہ صحابہ کرامؓ بیٹھے رو رہے ہیں، میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا لیکن سکون نہیں آیا اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالا خانے آیا اور حضرت بلال بن رباحؓ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص) سے کہا کہ اطلاع کرو۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، میں اٹھ کر پھر مسجد میں آگیا، تھوڑی دیر بعد بیتاب ہوکر پھر بالا خانے کے نیچے آگیا اور دربان سے دوبارہ ملنے کی

درخواست کی جب کچھ جواب نہ ملا تو میں نے پکار کر کہا! ابن رباح ؓ میرے لئے ملنے کی اجازت مانگو۔ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ حفصہ ؓ کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو (حضرت) حفصہ ؓ کی گردن اڑا دوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھرّی چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم مبارک پر باندوں کے نشان ہیں۔ ادھر اُدھر نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہوئے ہیں اور ایک کونے پر کس جانور کی کھال کھونٹی پر لٹک رہی ہے میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب پوچھا میں نے عرض کیا کہ اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا، قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لے رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہو کر اس حالت میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔

میں (حضرت عمرؓ) نے عرض کی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! نہیں۔ میں اللہ اکبر پکار اٹھا پھر عرض کی کہ مسجد میں صحابہ ؓ مغموم بیٹھے ہیں اگر اجازت ہو تو جا کر خبر دوں کہ خبر غلط ہے۔ چونکہ ایلاء کی مدت یعنی ایک ماہ گزر چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانے سے اتر آئے اور عام ملاقات کی اجازت دی دے۔

اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلاً ۞ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا☆

(سورۃ الاحزاب:۲۹۔۲۸)

ترجمہ: اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت وآرائش کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کردوں۔۲۸۔ اور اگر تم اللہ اور اُس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر (یعنی جنت) کی طلبگار ہو تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں اُن کیلئے اللہ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ازواجِ مطہرات کو مطلع کردیں کہ تمہارے سامنے دو چیزیں ہیں دنیا وآخرت۔ اگر تم چاہو تو آؤ میں تم کو رخصتی کے جوڑے دے کر عزت واحترام کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی زندگی کی طلب ہے تو خدا نے نیکوکاروں کے لئے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

مہینہ ختم ہو چکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانے سے اترے اور چونکہ ان تمام معاملات میں حضرت عائشہ ؓ پیش پیش تھیں ان کے پاس تشریف لے گئے اور مطلع فرمایا، انھوں نے کہا میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتی ہوں اور تمام دوسری ازواجِ مطہرات نے بھی یہی جواب دیا۔

صاحبزادہِ رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیمؓ کا انتقال

عرب کے دستور کے مطابق بچوں کے پیدا ہونے کے بعد ان کو رضاعت کے لئے مضافات میں بھیجا جاتا تھا تاکہ ان کی صحت اچھی رہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؓ کو بھی دودھ پلانے کے لئے آپ ﷺ نے ابو یوسف لوہار کی بیوی کو دے دیا۔ وہاں حضرت ابراہیمؓ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ ان کی تیمارداری کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ساتھ پہنچے۔

حضرت قتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ پکڑا اور ابو یوسف لوہار کے گھر پہنچے جہاں ان کی بیوی حضرت ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دودھ پلاتیں تھی۔ حضرت ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بیمار تھے اور اس وقت ان کا آخری وقت تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اپنی گود میں لیا اور جب ان کی وفات ہوگئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنسو بہہ نکلے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی رو رہے ہیں۔

کیا آپ ﷺ نے رونے سے منع نہیں کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! میں نے نوحہ کرنے اور دو طرح کی احمقانہ اور فاجرانہ آوازیں نکالنے سے منع کیا ہے، ایک خوشی کے موقع پر لہو ولہب اور گانے بجانے کی آواز اور دوسری مصیبت کے چہرے پیٹنے گریبان چاک کرنے اور شیطانی انداز سے

رونے کی آواز۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جنت البقیع میں دفن فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع کیا ہے، میت کی ایسی تعریف جس کا وہ حقدار نہ ہو منع کیا اور فرمایا! یہ تو رحمت ہے (یعنی آنسو) اور جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ صاحبزادۂ رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیمؓ کا انتقال 28/ شوال 10ھ، 27/جنوری 632ء کو ہوا۔
(شامی)

حضرت ابراہیمؓ بن رسول اللہ ﷺ کا انتقال اور سورج کو گرہن لگنے کی بدشگونی

حضرت ابراہیمؓ بن رسول اللہ ﷺ کا جس روز انتقال ہوا اسی روز سورج کو گرہن لگا۔ عربوں کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی بڑا آدمی مرتا ہے تو سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ اس لئے لوگوں نے مشہور کر دیا کہ یہ ان کی موت کا اثر ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس غلط عقیدہ کو رد کرنے کے لئے خطبہ دیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

بلاشبہ سورج اور چاند کو کسی کے پیدا ہونے اور کسی کے مرنے سے گرہن نہیں لگتا۔ بلکہ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جن سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور

اللہ سے دعا کرو۔ صدقہ دو اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو یہاں تک کہ گرہن کھل جائے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جس دن انحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا سورج گرہن ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو چھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

(مسلم)

دُروُد تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰیٓ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاِخْوَانِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط ✦

یا قاضی الحاجات   یا مجیب الد عواۃ

یا شافی الامراض   یا دافع البلیّات

یا حل المشکلات   یا کافی المہمّات

یا رافع الد رجات   یا ارحم الرٰحمین

(آمین)

ترجمہ! اے اللہ! ہمارے سرداراور آقا حضرت محمد ﷺ اوران کی آل اوراصحابؓ اور پیغمبروں پر درود بھیج اوراس کے ذریعے تو ہمیں تمام خوف وہراس اور مصیبتوں سے نجات دیدے ہماری سب حاجتوں کو پورا فرمادے اورہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردے ہمیں اپنے نزدیک اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمادے اورہمیں زندگی میں اورموت کے بعد تمام بھلائیوں سے نواز دے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

دعا برائے حفاظت

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا
وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ
وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ.
اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ
غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ

☆☆☆

یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ وسال کے آئینہ میں)

2- ثانی اثنین ۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ

3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ

4- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)

5- نفس کا بیان

6- بشر و شجر

7- تصوف (قرآن وسنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)

8- غفلت اور جہالت

9- اخلاقِ مومن

10 سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابوحنیفہؒ (حضرت نعمان بن ثابتؒ)

11- نفاق

12۔ سیرتِ سیدنا امیر معاویہؓ

13۔ خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

14۔ غزوۂ ہند

15۔ عظیم مسلمان مائیں

16۔ دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

17۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات

18۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)

19۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)

20۔ جہاد اور مجاہد

21۔ ائمہ حدیث کے مختصر حالات

22۔ زبان کا بیان

23۔ انتہائی ضروری بنیادی مسائل

24۔ رحمۃ الالعالمین ﷺ پر قاتلانہ حملوں کا تذکرہ

25۔ آرٹیکلس

PUBLICATIONS OF SIKANDER NAQSHBANDI

1 - Biography of The Greatest Prophet (ﷺ)
(According to the Calendar)
2 - Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)
3 - Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza (RA)
4 - HEARTS - In the light of the Quran
5 - What is Soul (Nafs)
6 - Historical Trees of Islam
7 - Hypocrisy
8 - Carelessness and Ignorance
9 - Muslim Protocols
10 - Biographies of Muhadeseen
11 - Biography of Imam-e-Azam
12 - Dajjal, Imam Mehdi and Hazrat Esa (AS)
13 - Great Women in Islamic History. V1 & 2
14 - Seerat Syedna Amir Muawiyah (RA)
15 - NAQSHBANDIA FAMILY
16 - STORIES OF AULIYA KARAM (ra)
17 - TASAWWUF
18 - Jihad and Mujahid
19 - Great Muslim Mothers
20 - Reputable Muslim Shaheed Ladies
21 - Speech Cautiousness
22 - Very Important Basic Masail
23 - Articles (English and Urdu)
24 - Ghazwah Hind
25 - Assassination Attacks on the Rehat-allil-Aalamin (SAW)

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1۔ سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ و سال کے آئینہ میں)
2۔ ثانی اثنین ۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
3۔ سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
4۔ دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)
5۔ نفس کا بیان 6۔ بشر و شجر
7۔ تصوف (قرآن و سنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)
8۔ غفلت اور جہالت 9۔ اخلاقِ مومن
10۔ سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (حضرت نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ)
11۔ نفاق 12۔ زبان کا بیان
13۔ خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ
14۔ امتِ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین
15۔ عظیم مسلمان مائیں
16۔ دجال، امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
17۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات
18۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)
19۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد دوم)
20۔ جہاد اور مجاہد
21۔ ائمہ حدیث کے مختصر حالات
22۔ سیرتِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
23۔ انتہائی ضروری بنیادی مسائل
24۔ غزوہ ہند
25۔ رحمۃ العالمین ﷺ پر قاتلانہ حملوں کا تذکرہ

Email: sikander.naqshbandi@gmail.com
Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi